انعام یافتہ

یورپ کے سنگین مجرم

نیا لہجہ — نئی زبان — نیا انداز

حریتِ فکر کے علمبرداروں کی زندہ جاوید تاریخ

تالیف
ابوریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

ناشر: اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد

CamScanner

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری

الحیدری میڈیا سیل

CamScanner

یورپ کے

سنگین مجرم

نیا لہجہ

نئی زبان

نیا انداز

تالیف:
ابوریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

ناشر: اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد

CamScanner

نام کتاب	------	یورپ کے سنگین مجرم
نام مولف	------	علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہید
ناشر	------	ادارہ اشاعت العارف'
	------	ریلوے روڈ' فیصل آباد
	------	فون:640024
صفحات	------	96
قیمت	------	[redacted]روپے

طبع اول	1100	فروری 1976ء
طبع دوم	1100	نومبر 1982ء
طبع سوم	1100	جون 1983ء
طبع چہارم	1100	مئی 1984ء
طبع پنجم	1100	اکتوبر 1986ء
طبع ششم	1100	اکتوبر 2000ء

CamScanner

یورپ کے سنگین مجرم

شیرازہ عنوان

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1۔	شاہ ولی اللہ	10
2۔	شاہ عبدالعزیز	18
3۔	سید احمد شہید	22
4۔	شاہ اسماعیل شہید	27
5۔	سلطان ٹیپو	32
6۔	مولانا محمد قاسم نانوتوی	37
7۔	مولانا رشید احمد گنگوھی	42
8۔	شیخ الہند محمود الحسن	47
9۔	مولانا عبید اللہ سندھی	55

CamScanner

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10-	مولانا محمد داؤد غزنوی	58
11-	مفتی کفایت اللہ دھلوی	61
12-	سید حسین احمد مدنی	65
13-	مولانا ابو الکلام آزاد	70
14-	مولانا محمد علی جوہر	75
15-	مولانا احمد علی لاہوری	78
16-	جمال عبد الناصر	82
17-	سید عطاء اللہ شاہ بخاری	86
18-	خان عبد الغفار خان	89

CS CamScanner

انتساب

- برطانوی سامراج کے وہ مجرم جو تختہ ہائے دار پر لٹکائے گئے۔
- تحریک آزادی کے جرم میں جو زندانوں کی اوٹ میں دیئے گئے۔

برطانیہ اور

- یورپ کے وہ سنگین مجرم
- جو حریت فکر سے محروم رکھے گئے۔
- جو قیامت خیز طوفانوں سے الجھا دیئے گئے۔
- جو صاعقہ بردوش فضاؤں سے ہمکلام ہوئے۔
- جو "کالاپانی" "مالٹا" قاہرہ' اسکندریہ کے بیابانوں میں رکھے گئے۔
- قوم ووطن کے غم خوار
- اسلام کے سچے وارث

انہی مبارک اور
صد مبارک ہستیوں
کے نام
یہ کتاب

پیش رس

محترم جناب علامہ سعید الرحمٰن علوی،
ایڈیٹر "خدام الدین" لاہور

تاریخ کو مسخ کرنا ایک شرمناک غلطی ہے۔ اس کا ارتکاب گھٹیا اور نافہم قسم کے لوگوں کا کام ہے۔

ابھی پچھلے دنوں کراچی کے ایک ماہنامے نے اس ذلت کا طوق اپنے سر لے کر مورخین ہند کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔۔۔ کہ کس ہشیاری اور مکاری سے غلامی کی زنجیریں کاٹنے والوں کے ساتھ غلامی کی زنجیریں جوڑنے والوں کا جوڑ لگایا ہے۔

حاضر خدمت کتاب جس کا ایک ایک لفظ تاریخ ہند کے شفاف آبگینے سے لیا گیا ہے۔ یورپی نقادوں کے مختصر مگر نہایت جامع سوانح و افکار پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے جہاں مجاہدین حریت کا تعارف آپ کے سامنے آئے گا وہیں مندرجہ بالا عقل سوز اہل قلم کے منہ پر حقیقت کی چپت بھی رسید ہوگی۔ یہ کتاب ہر طبقہ فکر و عمل کے لئے نشان راہ ہے۔ اس کی افادیت کسی ہم وطن پر مخفی نہیں۔

ضروری ہے کہ یہ کتاب عالم اسلام کے ہر فرد کی نظر سے گزرے۔ اور انتہائی مسرت کی بات ہے کہ اس کا انگریزی ترجمہ بھی چند دنوں تک شائع ہو رہا ہے۔ ہمارے محترم دوست جناب ضیاء الرحمٰن فاروقی مبارک باد کے مستحق ہیں جن کی قوت قلم اور ادب و انشاء نے افادیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

علوی ۲۵ جنوری ۷۶ء

یورپ کے سنگین مجرموں کی ایک انتہائی

خفیہ دستاویز

انڈیا آفس لندن لائبریری کا ناقابل فراموش مواد

تقسیم ملک کے بعد تحریک آزادی ہند کے سرخیل مولانا حسین احمد مدنیؒ کے فرزند مولانا اسعد مدنی صدر آل انڈیا جمعیتہ علماء ہند نے برطانوی حکومت کے نام درخواست روانہ کی کہ ہمیں برصغیر پر انگریزی دور حکومت کے دو سو سالہ عہد کے انگریزی مخالفوں اور برطانوی وفاداروں کی فہرست گورنمنٹ برطانیہ کے خفیہ ریکارڈ سے فراہم کی جائے تاکہ برصغیر کی عہد ساز تحریک آزادی کی مستند و مکمل تاریخ مدون کی جا سکے۔ گورنمنٹ برطانیہ اپنے وفاداروں کی فہرست مہیا کرنے کے سوال پر تو مہربلب ہو گئی تاہم لندن کی انڈین لائبریری سے گورنمنٹ نے اپنے نصف صدی کے نامور مخالفین کی فہرست درخواست گزار موصوف کو فراہم کر دی۔

تاریخ کے اس مختصر گلدستے میں برطانوی حکومت کی فراہم کردہ رپورٹ کے مطابق انگریزی تہذیب و سیاست کے ان نقادوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جنہوں نے ۱۹۱۲ء یعنی تحریک ریشمی رومال کے آغاز سے لے کر تقسیم ملک تک برطانوی جبر و استبداد کا مقابلہ کیا...... اس کتاب میں بعض شخصیات کا نام شامل نہ ہونا محض ایک اتفاق ہے اور بس.....

یہ کتاب جس کا دوسرا ایڈیشن آپ کے سامنے ہے۔

○ تاریخ ہند و پاک کا وہ عطر بیز گلدستہ ہے جس کی مہک سے اغلاط تاریخ کی باد سموم چھٹ

جاتی ہے۔

○ یہ عالم اسلام کی ان عہد ساز شخصیتوں کی روشن داستان ہے جو اپنے عہد کی تاریکی میں ہدایت وفلاح کے ستارے بن کر مطلع عالم پر جلوہ افروز ہوئے۔

○ اسلامی دنیا میں یہ کتاب اس اعتبار سے نہایت منفرد ہے کہ اس میں پہلی مرتبہ دو سو سال تک برِ صغیر پاک و ہند اور افریقی دنیا کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے والے ایسے برطانوی سامراج کے نقادوں کا تذکرہ شامل ہے۔ جس کا تعلق مصر' ترکی' افغانستان' ایران' پاک و ہند اور دوسرے اسلامی خطوں سے ہے۔

○ تاریخ کے اس مختصر سے مجموعے میں ہر اس مسلمان شخصیت کو شامل کیا گیا جس نے کسی بھی نوعیت سے برطانوی تسلط اور یورپی طلسم سے مسلمان قوم کو نجات دینے کے لئے عہد ساز کردار ادا کیا' ضروری نہیں کہ مصنف کو ان شخصیات کے تمام نظریات سے اتفاق ہو۔

○ نہیں کہا جاسکتا کہ اپنے موضوع پر یہ کتاب حرف آخر ہے اس میں کئی اہم شخصیتوں کا نام ممکن ہے رہ گیا ہو اور سہل انگاری کے باعث کئی واقعات بھی لباس ترتیب سے آراستہ نہ ہو سکے ہوں۔

○ نہایت آزادانہ انداز قلم کے ذریعے حالات وواقعات کی تصویر کشی کر کے تصویر کا یہ پہلا رخ ناظرین کے سامنے ہے۔

○ کتاب کی ترتیب میں مولف کو کسی گروہ یا جماعت سے کوئی دلچسپی نہیں' اس نے قوم و ملک کے سامنے ایک نئی اور بالکل انوکھی زبان اختیار کر کے نئی نسل کو اکابر و اسلاف کے اعلیٰ کردار سے روشناس کرانے کی سعی کی ہے۔

○ کتاب کی ترتیب کے موقع پر قطعاً یہ اندازہ نہ تھا۔ تاریخ بیانی کے اس انداز کو نہ صرف

پسند کیا جائے گا بلکہ پہلا اور دوسرا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل جائے گا۔ اس لئے اس میں صرف چودہ پندرہ شخصیات کو ذکر کے بات ختم کردی گئی مگر تیسرے ایڈیشن میں حوالوں کی درستگی' طباعت کی اصلاح کے ساتھ ساتھ سابقہ کتاب کی مقدار سے خاطر خواہ اضافہ کرکے اس کی ضخامت کو بڑھادیا گیا ہے۔

مولف کی خواہش ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ نہایت غور و تدبر سے کیا جائے کہ یہ تصویر کا پہلا رخ ہے جب کہ برطانوی سامراج کے کاسہ لیسوں۔۔۔۔ زر خرید گماشتوں' ظلم واستبداد کے نمک خواروں اور مسلمان قوم کے غداروں کا آئینہ (تصویر کا دوسرا رخ) "یورپ کے غم خوار محرم" میں پیش کیا گیا (جو آپ کی شہادت کی وجہ سے شائع نہ ہو سکی) ہر ناظر کو چاہئے کہ وہ تصویر کے ان دونوں رخوں کا مطالعہ کر کے خود فیصلہ کرے کہ دراصل انگریزی حکومت سے آنکھیں چار کر کے آزادی ہند کی جنگ لڑ کر تحریک پاکستان کا راستہ ہموار کرنے کے لئے کون سے لوگ منصہ شہود پر آئے۔

ضیاء الرحمٰن فاروقی

دار التصنیف سمندری' فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یورپی ہتھکنڈوں کا پہلا دور اور حکیم الہند

شاہ ولی اللہ

۱۷۰۳ء ---- ۱۷۶۲ء

آج سے ۲۷۰ برس دور دیکھیے دہلی پر ایک آفت ٹوٹ رہی ہے۔ دارالحکومت مقتل بن گیا ہے۔ بسا بسایا شہر اجڑ رہا ہے۔ غارت گری کا طوفان اہل شہر کو بہائے لے جا رہا ہے۔ کوچہ و بازار خون کی ہولی سے رنگین ہیں۔ دشمن سر پر منڈلا رہا ہے۔ مسلمان باہم دست بگریبان ہیں۔ ہندولالہ تاک میں تماشہ بین ہے۔ اورنگ زیب کا انتقال کچھ عرصہ پہلے ہی ہوا ہے۔ اتنی جلدی یہ انقلاب کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اسلامی ریاستیں بھی بغاوت پر اتر آئی ہیں۔ شاہ وقت سلطان شاہ کی کوئی مانتا ہی نہیں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا چکا ہے اور...... قیامت ہی قیامت کا منظر...... اتنے میں ایک روشنی صبح ہدایت کا غازہ بن کر نمودار ہوتی ہے---- یہ دہلی کے ایک نامور عالم شیخ عبدالرحیم کے گھر میں چمک تھی، تھوڑی ہی مدت گزری کہ اس چمک کی شعاعیں چار سو عالم میں پھیلنے لگیں، جس مجسم صورت میں ہدایت کا یہ چراغ ہویدا ہوا---- یہ تھے شاہ ولی اللہؒ....

ابھی اس انقلاب کی آندھی چل رہی ہے۔ موسم خوشگوار نہیں بہادر شاہ اول جہاندار شاہ، فرخ سیر، رفیع الدرجات شاہ، احمد شاہ، رفیع الدولہ، عالمگیر ثانی اور شاہ عالم ثانی کی دس سلطنتیں بجلی کے کھمبوں کی طرح گزر رہی ہیں۔ مرہٹوں کی بغاوت کامیابی سے ہمکنار ہے۔ نادر شاہ کی یلغار بے

فائدہ نہیں۔ روہیلوں کی مداخلت کوئی کم زہر آلود نہیں، تورانی امراء کی کش مکش کا نقصان روبہ مقصود ہے۔۔۔ دوسری طرف یورپی اقوام کی للچائی ہوئی نظریں پھر انگریز کا بہادر بنگال میں عمل دخل کوئی کم افسوس کی باتیں نہ تھیں۔ اس دھما چوکڑی کو شاہ ولی اللہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، بغور دیکھا اور سچا عہد کر لیا کہ ساری زندگی اسی قوم کی بگڑی سنواری جائے گی اور فکر و عمل کا زاویہ قوم و وطن کی تعمیر اور مسلمانوں کو حریت کا پیام دے گا۔

اب آپ نے لائحہ عمل مرتب کیا۔۔۔ مگر وہ لائحہ عمل کس طرح نفاذ کے حقیقی مقصود سے پُر آواز ہوتا جب اپنوں کی بے راہروی اور یقین کریں اپنوں ہی کی بے بصری اور غوغائے فتن کی انگڑائی سد راہ ہے۔ نجوم کے شعبدے اور کہانت کے کرشمے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے، نمود و انمود کا فتنہ اٹھ چکا ہے۔ شاہ صاحب نے ایسے حالات میں اپنے پروگرام کی پہلی آواز ان ہدایات سے اٹھائی۔ مسلمانوں کے مختلف طبقات کے نام شاہ ولی اللہ نے جو پیغام بھیجا وہ یہ تھا۔

○ اے بادشاہو!

"ملاءِ اعلیٰ کی رضا اس زمانہ میں اس امر پر قائم ہو چکی ہے کہ تم تلواریں کھینچ لو اور اس وقت تک نیام میں داخل نہ کرو جب تک مسلم شرک سے بالکل جدا نہ ہو جائے۔۔۔ اور اہل کفر و فسق کے سرکش لیڈر کمزوروں کے گروہ میں جا کر شامل نہ ہو جائیں۔"

○ اے روساء مملکت!

"عدل و انصاف کو مضبوطی سے تھام لو اور اپنے وزیر ایسے مقرر کرو جو ظالم سے مظلوم کا حق دلانے کی طاقت رکھتے ہوں۔ اپنی جمعیت میں ایسے افراد کی بھرتی کرو جو خدا کی راہ میں کسی کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں اور بے دھڑک کفر کے سینے میں چھرا گھونپنے میں انہیں کچھ تامل نہ ہو۔"

○ دنیائے مستعار کے حاکمو!

ہر ایسا معاملہ فسخ کر دو جو مالک الملک کی رضا سے ٹکراتا ہو آج ہی اپنے اطوار کو مزین کر لو۔۔۔ کامیابی کی سب سے بڑی یہی شاہراہ ہے۔

شاہ ولی اللہ امراء اور ارکان دولت سے یوں مخاطب ہیں

○ **اے امراء!** "تم دنیا کی فانی لذتوں میں ڈوبے جا رہے ہو۔۔۔ کیا تم اعلانیہ شرابیں نہیں پیتے اور پھر تم اس فعل پر فرحاں نہیں۔"

○ **میرا منشور!** "نہیں ساری دنیا کے خدا کا منشور ہے' زناء چھوڑ کر عصمت کے دامن میں آجاؤ' شراب کے ساغر انڈیل کر معصیت کدے سے جلدی نکل آؤ۔۔۔ تباہی کے دن قریب ہیں' اگر تم نے اپنا رویہ نہ بدلا تو دیکھو عیش و طرب کی محفلیں آگ کا ڈھیر بن جائیں گی۔"

اور۔۔۔۔ ایسی غفلت کہ تم نرم گداز عورتوں سے لطف اٹھاتے ہو اور زندگی کا سب سے بڑا مقصد تمہارے خانہ خیال سے نکل چکا ہے۔ اچھے اور اونچے مکانات کے سوا تمہاری توجہ کسی طرف منعطف نہیں ہوتی۔۔۔ اٹھو اور زمانے کی تقدیر بدلنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔۔۔ سروں پر کفن باندھ لو۔ اتحاد کا علم لے کر سارے جگ میں گھوم جاؤ۔ ورنہ ذلت و رسوائی کی سیاہی سے تمہارا دامن محفوظ نہیں رہ سکتا۔"

شاہ ولی اللہ فوجیوں اور عسکریوں سے ہمکلام ہیں

○ علم اسلام کے رہبرو:-

تمہیں خدا نے جہاد کے لئے پیدا کیا تا کہ خدا کی بات اونچی ہو اب تم اسلحہ تو جمع کرتے ہو مگر باہمی جنگ کے لئے' کارزار میں کودتے ضرور ہو مگر میدان میں تمہارا اپنا ہی لہو ٹپک رہا ہے۔ تم شرابیں پیتے ہو نشہ کی خرمستیوں نے تمہارے جذبات کو سرد کر دیا ہے' خدا کی قسم تم عنقریب اللہ کی طرف جاؤ گے اور تمہیں اپنے کیے کا پورا بدلہ مل جائے گا۔۔۔ دیکھو اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ اور ساری دھرتی کو سنبھالا دے دو۔۔۔ کفر کافسوں توڑو اپنا شیرازہ جوڑو فسق کی لعنت سے جنگ کرو' نمازوں کی پابندی کرو۔۔۔ اسلام کی کوئی بات تمہارے فکر و عمل کے سانچے سے نہ نکل جائے۔

مشائخ اور پیرزادوں کے نام شاہ ولی اللہ کا خط

○ اے لوگو! جو اپنے آباؤ اجداد کے رسوم کو بغیر کسی حق کے پکڑتے ہو۔ آپ سے سوال ہے کہ آپ کو کیا ہو گیا۔ ٹکڑیوں اور ٹولیوں میں تمہارا بٹ جانا افتراق ہے مسلمان قوم میں افتراق' اپنی حالت کو بدلو' عشرت کدوں سے باہر نکلو' خانقاہوں کا تقدس صرف مصلحت کی زندگی میں نہیں بلکہ تمہیں ایک ہمہ گیر انقلاب کا راستہ ہموار کرنا ہے۔

اہل صنعت و حرفت کے نام شاہ ولی اللہ کا پیغام

○ **ارباب پیشہ:۔** دیکھو' امانت کا جذبہ تم سے مفقود ہو گیا ہے' تم اپنے رب کی عبادت سے خالی الذہن ہو چکے ہو اور تم اپنے بنائے ہوئے معبودوں کے نام کی قربانیاں چڑھاتے ہو' تم میں بعض کم آمدنی کے لوگ ہیں وہ جو غربت و افلاس کے فکر میں خدا کو چھوڑ بیٹھے اور بعض بیش بہا آمدنی والے افراد ہیں جو دولت کے نشہ میں دنیا کے خالق کو فراموش کر چکے ہیں۔۔۔یاد رکھو! تمہاری غلط کاریوں نے کفر کو پھلنے پھولنے کا موقع بخشا تمہاری تجارت کی نا تجربہ کاریوں نے فساق کو تمہاری معیشت کا مالک بنا دیا ہے۔۔۔غور کرو کہاں کھڑے ہو۔ اور اب ہمیں کس راہ پر چلنا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ آج ہی سے ایک فکر اور دعوت کو اپنا لو' خدا کی تہذیب اور اسی کا تمدن اوڑھ لو' مالک الملک کے فرمان کو اونچا کرو۔ اور ساری کائنات کو چھوڑ کر ایک خالق کا انقلاب برپا کرو۔۔۔ورنہ رسوائی کا طوق تمہاری گردن میں جب آپڑا تو تاریخ کے صفحات پر سیاہی کے سوا کچھ نہ لکھا جائے گا' خبردار! خبردار! ہرگز کفر کے فریب میں نہ آ' وہ کوچے میں تمہیں راہ راست سے ہٹانے کو کھڑا ہے۔

غلط کار علماء سے شاہ ولی اللہ کا خطاب

○ **اے بے عقلو!** تم نے اپنا نام علماء رکھا اور یورپ کی غلامی میں ڈوب گئے اندرونی حالت یہ ہے کہ یونان کا فلسفہ پڑھ کر صرف و نحو کا علم سیکھ کر سمجھ بیٹھے کہ علم یہی ہے۔۔۔یاد رکھو علم یا تو قرآن کی آیت محکم کا نام ہے یا سنت قائمہ کا۔"

CamScanner

چاہیئے کہ قرآن سیکھو اس کے فرائض کو سمجھو' واجبات کو دیکھو۔۔۔۔ پھر انقلاب کے ہمہ گیر پروگرام کو لے کر بڑھو تم دیکھتے نہیں۔۔۔ ساری انسانیت ڈوبی جا رہی ہے۔ تاجروں کے نام سے آنے والی قوم تاجور بن چکی ہے اور تم ہو کہ مسجد و منبر کا تقدس بیچ کھا رہے ہو' اٹھو اب اٹھنے کی گھڑی آ پہنچی ہے۔۔۔ سانحہ بغداد سے عبرت پکڑو وہ تمہاری ہی بے بصری کے تحت پیش آیا تھا۔۔ آج دنیائے کفر تمہیں دستک دے رہی ہے اور تم اندر سے قفل لگائے ہوئے ہو۔۔۔ وہ تمہارے خدا اور رسول کو چیلنج کر رہا ہے مگر تم اتنی سکت نہیں رکھتے کہ باغیوں کے گریبانوں سے کھیل جاؤ۔۔۔۔ ہر عمل میں حضور علیہ السلام کی سنت کو مدنظر رکھو۔۔۔ پھر انسانیت کی ہمدردی کے لئے کارزار میں نکل آؤ۔

دین میں تنگی پیدا کرنے والے واعظوں اور زاہدوں کے نام شاہ ولی اللہ کا خط

دین میں خشکی اور سختی پیدا کرنے والوں سے میں پوچھتا ہوں' واعظوں اور عابدوں سے میرا سوال ہے۔۔۔ "تم نے جعلی حدیثوں کے ذریعے مخلوق خدا پر زندگی تنگ کر دی ہے حالانکہ تم تو اس لئے پیدا ہوئے تھے کہ ان کے لئے آسانیاں بہم پہنچاؤ گے۔ احسان کا راستہ اختیار کرو' صحابہؓ کی زندگی کو نشان راہ بناؤ۔ دشمن کا فسوں توڑنا حضور علیہ السلام کی ہمیشہ کی سنت ہے تم ایسی سنتوں پر کان نہیں دھرتے' یقین کرو ایک دن آنے والا ہے جب تمہیں ہر عمل کا حساب دینا پڑے گا۔۔۔"

عام مسلمانوں کے نام شاہ ولی اللہ نے جو اعلان بھیجا اس میں لکھتے ہیں:۔

○ اے آدم کے بچو!

"تم نے خدا کے راستے کو چھوڑا حضورؐ کی سنت کو ترک کیا مرد عورت کا حق کھا رہا ہے۔ عورت مردوں کے حقوق کی مجرم ہے بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے' تم آپس میں جنگ کر رہے ہو' تمہارا دشمن مسلح ہو کر تمہیں مٹانے کو کھڑا ہے آرام کی زندگی چھوڑو' تجاوز کے راستے سے ہٹ جاؤ ایک خدا اور ایک رسولؐ کے سچے اصولوں پر چل نکلو۔ ہر طرف فتح تمہارے قدم چومے گی۔"

شاہ ولی اللہ فکر انگیز زبان میں اسلام کے اصلاح انقلاب کا الارم دے رہے تھے۔ اس طرح انھوں نے ہر طبقہ کو جھنجھوڑا اور اتحاد و اتفاق کا عملی مشن سارے ہندوستان کے سامنے رکھا۔۔۔ کچھ عرصہ گزرا تھا کہ جاٹ قوم کھلی جنگ پر اتر آئی' کوئی کمان کرنے والا نہ تھا۔ اس اثناء میں سردار نجیب الدولہ کو بھی اسی قسم کا خط آپ نے لکھا وہ اثر لے گیا۔ جب جنگ کی آندھی چلی تو کئی مسلمان سرداروں نے جاٹوں کی حمائیت کا اعلان کر دیا۔ کسی طاقت سے شکست نہ کھانے والی مسلمان قوم اپنوں سے شکست کھا گئی۔ دوسری طرف مرہٹوں نے یہ حالت دیکھی تو وہ بھی جاٹوں کے ہمراہ ہو گئے۔ اب منزل بڑی کٹھن تھی اور مسلمان قوم کا سفینہ کفر کے بھنور میں ہچکولے لے رہا تھا۔۔۔ اس وقت ایک شاہ ولی اللہ ہی کی ذات تھی جس نے احمد شاہ ابدالی سے اسلحہ اور فوج کی مدد چاہی تھوڑے عرصہ بعد افغانستان کا یہ والی ہندوستان آیا' پورے ملک کو آگ کی لپیٹ میں دیکھ کر وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اس نے اپنی فوج کو لڑائی کا حکم دیا جس کے نتیجے میں پانی پت کا معرکہ واقعہ ہوا' مرہٹوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی شاہ ولی اللہ کی کوشش گلستان ہند

میں فتح و کامرانی کا ثمر لائی ایسا ثمر کہ ہندو حکومت کے قیام کا جو خطرہ آنے والا تھا وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا چونکہ معاشی طور پر ملک کا دیوالیہ ہو چکا تھا۔ کسان زمیندار کے ظلم کا نشانہ تھا۔ مزدور بھوک کی سختی سے دوچار تھا، محنت کشوں کی حالت انتہائی خراب تھی، ایسے میں آپ نے اسلام کا معاشی لائحہ عمل مرتب کیا جس میں ساری کائنات کے معاشی قوانین کو اس کی مثل لانے کا چیلنج کیا گیا تھا۔ اب ملکی حالات درست کرنے کے لئے شاہ ولی اللہ نے قلم کا سارا زور صرف کر دیا۔ شاہ وقت کو دوبارہ خط لکھا کہ وہ حقداروں کو ان کے حقوق دلوائے نئے نئے ٹیکس اور عجیب و غریب پابندیوں سے ملک کو آزاد کرے ورنہ خانہ جنگی کی آگ ایسی بھڑک اٹھے گی کہ شاہی محلات بھی خاک سیاہ ہو جائیں گے۔

شاہ ولی اللہ --- کی ذات ہی اس صفت کی حامل تھی کہ ہندوستان میں حدیث رسول کا خزانہ عامرہ انہیں کے طفیل پہنچا، شاہ ولی اللہ نے انگریزی سامراج (جس نے ۱۶۰۱ء ہی میں واسکوڈی گاما سے ہوتے ہوئے بمبئی کے ساحل پر آقدم جمایا تھا۔ کے خلاف پہلا قلمی جہاد کیا اور ہندوستانی قوم کو آنے والے خطرات سے آگاہ کیا بالآخر ایک وقت آیا کہ آپ کی سرگرمیوں سے تنگ آکر حکومت وقت نے انگوٹھوں کے پہنچے اتروا دیئے مگر کوئی طاقت ان کی زبان حق ترجمان کو اپنے مشن کی تکمیل سے باز نہ رکھ سکی۔

شاہ ولی اللہ --- ایک ایسے منبع فیوضات تھے کہ جنھوں نے اپنی خداداد ذہانت سے لاکھوں عصری مسائل کا قرآن و حدیث سے حل نکالا۔ آپ نے ۸۴ کے قریب اصلاحی، عملی اور سیاسی کتابیں تصنیف کیں۔ جن سے آج تک ہندوپاک کا خطہ خطہ منور ہو رہا ہے۔

یورپی ہتھکنڈوں کا دوسرا دور اور امیر الہند

شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ

۱۷۳۹ء کی بات ہے انگریزی حکومت ہندوستان پر قدم جما چکی تھی۔ شاہ ولی اللہ کے گھر ایک نیک بخت اور سعید فطرت بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کی چمکتی ہوئی پیشانی ناموری کا عنوان باندھتی ہے۔

یہ بلند اقبال بچہ چھوٹی سی عمر میں قرآن یاد کرلیتا ہے۔ نحو صرف وغیرہ کی عام کتب متداولہ سے صرف تیرہ سال کی عمر میں فارغ ہو جاتا ہے۔۔۔ ہر آنے والا مبصر اس کی نصیبہ وری کو دیکھتا ہے اور حیرت کرتا ہے۔۔۔۔ یہ ہنرمند بچہ تھا شاہ عبد العزیز' ان کا آفتاب نما والد اپنے بیٹے سے بے حد محبت کرتا ہے۔ اسی خاطر انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنے والد ماجد ہی کے آغوش میں تعلیم و تربیت پائی۔

جب شاہ عبد العزیز فنون کی تمام کتابوں سے فارغ ہوئے تو اپنے والد کے حلقہ درس میں تعلیم حدیث کے لئے شریک ہو گئے۔

شاہ عبد العزیز نے حدیث میں بہت بلند مقام پایا۔۔۔ اس وقت پاک و ہند کے تمام علماء کی سند حدیث شاہ عبد العزیز پر جا کر جمع ہو جاتی ہے۔ تھوڑے عرصہ بعد شاہ عبد العزیز خود علوم حدیث کا درس دینے لگے۔ بلا کے حافظ کا شہرہ دن بدن ہو تا گیا' تحقیق و تدقیق اور علم و فضل کے کمالات آئے دن نکھرتے اور سنورتے گئے۔۔۔۔ تمام طلبہ آپ کی فطری لیاقت اور خداداد ذہانت پر عش عش کرتے تھے۔ آپ کے درس میں کوئی ایسا مسئلہ پیش نہ ہوا جسے چند منٹوں میں آپ نے

حل نہ کیا ہو۔

مشکل سے مشکل مباحث اور عمیق سے عمیق مقام سے ایسے گزر جاتے گویا علم کا ایک بحر بیکراں ہے جو شبہات و مشکلات کے تنکوں کو بہائے لے جارہا ہے۔

شاہ عبدالعزیز کو جغرافیہ، علم ہند، علم ہیئت اور علم حساب پر بھی مکمل دسترس حاصل تھی جب شاہ عبدالعزیز مستقل طور پر اپنے عہد ساز باپ کی مسند پر رونق افروز ہوئے تو کیا دیکھا کہ ساری قوم ایک عجیب جال میں پھنسی ہوئی سسکیاں لے رہی ہے سات سمندروں پار سے آنے والی قوم ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھارہی ہے۔ دہلی جو سیاست ہند کا مرکز تھا وہاں بیٹھ کر یہ سارا نقشہ شاہ عبدالعزیز نے دیکھا۔

شاہ صاحب نے قلب و جگر کا سارا زور قوم کے دکھوں کے علاج میں صرف کر دیا۔ شاہ عبدالعزیز اسلام کے سچے فرزند اور قوم و وطن کے صحیح رہبر تھے۔ مزدوروں، کسانوں اور محنت کشوں کی افسوسناک حالت نے شاہ عبدالعزیز کے دماغ پر گہرا اثر کیا۔

کوئی راہنما میدان عمل میں نہ تھا، کوئی چارہ گر کوچہ سیاست میں قدم نہ رکھتا تھا۔ برطانوی مظالم کے خوف سے بڑے بڑے علماء بھی خاموش تھے۔ ایسے حالات میں شاہ عبدالعزیز آگے بڑھے اور کفر کے ساتھ آنکھیں چار کرنے کے لئے میدان سیاست میں کود نکلے۔

ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک جید عالم وقت کی جابر سلطنت کے خلاف برسرپیکار ہو رہا ہے۔

آپ نے پورے ہندوستان میں فتویٰ جاری کر دیا کہ اب مسلمان دارالحرب میں ہیں۔

یعنی ہندوستان میں کفار کی حکومت قائم ہے اور ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو چکا ہے جو شخص اس فرض سے کوتاہی کرے گا گویا وہ قرآن کے صریح فیصلہ کی خلاف ورزی کرے گا۔

یہ فتویٰ ہندوستان کی تقدیر بدلنے کا پہلا الارم تھا۔ انگریزی حکومت اس فتویٰ سے دہل رہی تھی اور حقیقت یہ ہے۔ آزادی ہند کے لئے یہی فتوی پیش خیمہ ثابت ہوا۔

جونہی یہ فتویٰ ہندوستان کے اطراف واکناف میں پہنچا مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور ہر طرف سے انگریز کے خلاف سرگرمیاں رونما ہونے لگیں۔ ایک عرصہ سے ظلم کے خلاف جو لاوا پک رہا تھا اب اس نے قوت وہمت کی شکل اختیار کرلی۔

شاہ عبدالعزیز جو ایک عظیم صاحب قلم اور بے مثال مقرر تھے۔ چھوٹے چھوٹے رسالوں کے ذریعے آزادی کی ضرورت واہمیت اور غلامی کے مفاسد قوم تک پہنچانے لگے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ منگل اور جمعہ کے روز کوچہ میلاں دہلی میں آپ کا درس ہوتا تھا۔ اس اثناء میں انہوں نے ایسی تقریریں کیں کہ مسلمان قوم کے دلوں میں حریت کی نئی امنگ پیدا ہو گئی۔ شاہ عبدالعزیز کی ایک عربی تصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سکھوں اور مرہٹوں کی غارتگری کے خلاف بھی بہت کام کیا۔

آپ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ جو طالب علم حلقہ میں آجاتا وہ مجاہد اور بے مثال قائد بن کر واپس جاتا اور جگہ جگہ انگریز کے خلاف بغاوت کا بیج بوتا۔

شاہ عبدالعزیز نے ستر برس کی عمر میں وفات پائی اور اپنے پیچھے مجاہدین کی ایسی جماعت چھوڑی جو آزادی ہند کی تحریک کا پرچم لے کر آگے بڑھی۔ انہی لوگوں میں شاہ اسمٰعیل اور سید احمد بھی تھے۔ جنہوں نے پنجاب میں ہندوؤں کے مظالم کے خلاف معرکہ بالاکوٹ قائم کر کے اسلام کی عظمت کو چار چاند لگادیئے۔

مجھے! ملک گیری کی ہوس نہیں، میں پنجاب کے
مظلوم مسلمانوں کو تمہارے بہیمانہ ظلم سے
نجات دلانے آیا ہوں

اور جب تک یہ مشن تکمیل کے نور
سے منور نہیں ہو جاتا میری فوجیں
ایک قدم پیچھے نہیں ہٹ سکتیں

رنجیت سنگھ کی پیش کش پر

سید احمد شہیدؒ

کا ریمارکس

یورپی ہتھکنڈوں کا تیسرا دور اور امیر المجاہدین

سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ

مشاطہ قدرت جن کے خدوخال سنوارتی ہے اور مشیت ایزدی میں جن کو آفتاب ہدایت اور منبع فیوضات بنایا جاتا ہے۔ وہ ابتدا ہی سے نمایاں حال اور حیرت انگیز شخصیت کے حامل ہوتے ہیں۔

"فیض لینے والے شاہ عبدالعزیز سے سینکڑوں آئے اور لے کر چلے گئے مگر رائے بریلی کا ایک نوجوان جب ان سے علوم و معارف کا وافر حصہ لینے گیا تو استاد ایک ہی نظر میں پہچان گیا کہ ضرور قدرت کا کوئی فیصلہ اس سے کام لینے کا ہو چکا ہے۔"

"ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" جب مربی کامل نے دیکھے اور صلاحیت و استعداد کی نکلتی ہوئی چمک ہر ادا سے جانچ لی تو انتہائی شفقت سے تعلیم کا خصوصی وقت مقرر کر دیا گیا۔۔۔۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ سید احمد شہید کتاب کھولتے ہیں۔ حروف کی سیاہی مٹ کر کاغذ کی سفیدی سامنے آجاتی ہے۔ بہتیری کوشش کی گئی مگر کوئی حرف نظر میں نہیں جاتا۔ ہر چند سعی کے بعد استاد کامل سے قصہ مذکور کہا جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز انگشت بدنداں رہ گئے اور فرمایا۔ "آج کے بعد تم کتابوں کے علم سے بے نیاز کر دیئے گئے ہو۔ اب وہبی علوم کا خزانہ تمہارے سینہ میں ڈالا جائے گا جہاد فی سبیل اللہ کا مبارک فریضہ تم سے لیا جانے والا ہے۔ کمر باندھ لو۔۔۔اور فوجی خدمات کے لیئے تیار ہو جاؤ۔ عجیب خوشخبری تھی اور بے انتہا مسرت کا مقام تھا۔ مگر آفات و مصائب کا کھلتا ہوا دھانہ بھی اس جوان کے مد نظر تھا۔ عواقب و نتائج کا سارا منظر شہادت راہ حق کی

ساری علامات اس کی نظروں میں جھلک رہی تھیں، وہ کیونکر آرام سے بیٹھ رہتا۔ فوراً خدمت اسلام کے لئے کمربستہ ہو گیا۔ ابتدائی تنظیم کے لئے کارکن پیدا کئے جاتے ہیں۔ شہروں شہروں توحید کا علم لہرایا جاتا ہے۔۔۔ زبان وہ پرکشش تھی کہ جو سنتا گرویدہ ہو جاتا۔ نور توحید کی رس بھری حلاوت جہاں کامرانی کا باب کھولتی ہے وہاں شرک وبدعت کے زلہ خوار سد راہ ہیں۔۔۔ مگر جسے کامیاب ہی ہونا ہو۔ اسلام کی تڑپ جس کے ہر بیان میں ہو سوز تپش کی ادا لے کر جو کوچوں اور قریوں میں جام توحید لئے پھرتا ہو وہ کیونکر جماعت کی تنظیمی ترقی میں سرفراز نہ ہو۔ مسلمان قوم کا درد سید احمد کے رگ و پے میں اثر کر چکا تھا۔

آپ نے جب دیکھا کہ ہندوانہ مظالم کا طوفان رکتا نظر نہیں آتا اور دوسری طرف انگریزی استبداد کی گھٹا بھی چھٹنے کے قریب نہیں ہے، تو ایک خفیہ تحریک کے تحت جوان بھرتی کرنا شروع کر دیئے ابتداً پنجاب کے ظالم گورنر راجہ رنجیت سنگھ سے مقابلہ کی ٹھانی گئی اور عزم میں سامراج سے بھی آنکھیں چار کرنے کا پروگرام شامل کر لیا گیا۔

○ سید احمد کی ہندو انگریز دشمنی:۔

۵۰۰ فوجیوں کا لشکر لے کر سید احمد حیدر آباد سندھ کا دورہ کرتے ہوئے درہ بولان کے راستے افغانستان سے پشاور پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ یہ ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کی بات ہے۔ ان دنوں راجہ مذکور کی حکومت پشاور تک قائم تھی عجیب تجاوز و تعدی کا دور دورہ تھا۔ جونہی مجاہد برحق نے یلغار کی۔ ہندو فوجوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ پشاور پر اسلام کا پرچم لہرا دیا گیا اور پہلے ہی روز شراب اور جوا پر پابندی لگا دی۔۔۔ (یکم مئی ۱۹۲۷ء کو اس علاقہ پر مکمل فتح حاصل ہوئی)

سید صاحب کی فوجیں آگے بڑھ رہی تھیں۔ فتح و نصرت غازیوں کے قدم چومتی جا رہی تھی۔ سید احمد نے اس اثناء میں دعوت و تبلیغ سے روگردانی نہیں کی۔ آپ کے تربیت یافتہ فوجی

بے مثال جرات اور فن حرب میں باکمال افراد تھے۔ جنگ کا طبل بج رہا تھا کہ راجہ رنجیت سنگھ کا ایلچی مقبوضہ علاقہ پر گورنری کی پیش کش لے کر آ پہنچا۔ شرط یہ تھی کہ سید احمد اور ان کی فوج پیش قدمی نہ کرے۔۔۔ جونہی آپ نے راجہ کا رقعہ پڑھا' تلملا اٹھے جوش ایمانی لرز اٹھا' غیرت اور حمیت کی چنگاری بھڑک گئی۔ سید احمد نے فرمایا۔

"مجھے ملک گیری کی ہوس نہیں' میں پنجاب کے مظلوم مسلمانوں کو تمہارے بہیمانہ ظلم سے نجات دلانے آیا ہوں۔ جب تک میرا مشن تکمیل کے نور سے منور نہیں ہو جاتا۔ اس وقت تک میری فوجیں ایک قدم پیچھے نہیں ہٹ سکتیں۔" ----

اب لشکر اسلام آگے بڑھتا ہے۔ اکوڑہ خٹک کے مقام پر فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دیئے گئے چار سو اندھیری اور جنگ کی اندھیری تھی۔ دشمن کے زہر آلود خنجر سروں پر منڈلا رہے تھے۔ اس اثناء میں فوج کا قابو میں لانا آسان کام نہ تھا۔ وسائل ختم تھے۔ رسد نام کو نہ تھا۔ تعداد قلیل القلیل تھی۔ اپنے ہی بعض لوگوں نے غداری کا مشن بھی سنبھالا تھا۔

علاقہ بھر کے زمیندار' نواب اور رئیس اکٹھے ہوئے۔ انہوں نے سید احمد کو پیش قدمی سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ ہر ایک نفس جانتا تھا کہ پیش قدمی کرنا موت کے آغوش میں جگہ پانے کے مترادف ہے۔ ایسے موقع پر حضرت سید احمد بریلوی نے خطبہ دیا۔

"اے لوگو! مجھے خبر نہیں خدا کس طرف ہمیں لے جانے والا ہے۔ میرے ساتھ چلنے کے لئے جو افراد تیار ہیں۔ وہ سمجھ لیں کہ ہمیں کھجوروں کی گٹھلیوں پر گزارا کرنا پڑے گا۔ موت کی وادی میں ابدی نیند

سوناہوگا۔ اب زندگی سے بے پرواہ ہو کر عیال سے بے خبر رہ کر اگر کوئی
شخص خود کو کوئے جاناں کی طرف جانے کے لئے پیش کرتا ہے۔ سو وہ میرا
محبوب سپاہی ہے ورنہ کسی اور سے مجھے کچھ غرض نہیں۔" نیز فرمایا
"اگر تم سارے لوگ میرا ساتھ چھوڑ جاؤ تو میں تنہا دشمن کی
ساری فوج سے لڑائی کو تیار ہوں تاوقتیکہ میں جام شہادت نوش نہ
کرلوں۔"----

کیا ہی جوش تھا ان کلمات میں کہ ہر سننے والا دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ "خواہ ہمیں ہفت اقلیم کی شہنشاہی مل جائے آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے---"

اب مجاہدوں کا قافلہ سوئے دار چلتا ہے' اتمانزئی فتح ہو گیا' شکیاری پر اسلامی فوج نے اسلام کا پرچم لہرادیا' بٹگرام کا علاقہ ہندو کے اثر سے آزاد کرا لیا گیا۔ بالا خر بالاکوٹ کی پہاڑیاں آگئیں۔ یہاں کچھ روز قیام ہوا۔ فوجوں کو گوریلا تربیت بھی دی جاتی رہی۔ ابتداء میں معمولی جھڑپیں بھی دشمن سے ہوتی رہیں۔ آخر معرکہ گرم ہوا' تلواروں سے تلواریں ٹکرائیں گولیاں چلیں' سینے چھلنی ہوئے' غازیان بالاکوٹ نے بدر و حنین کے مجاہدوں کی یاد تازہ کی' چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں سے خون اتر رہا تھا۔ مجاہدوں کے دستے آغوش شہادت میں جگہ پاتے جاتے تھے۔

آہ! یہ کیسا دیدنی مقام تھا کہ دشمن ۱۰ ہزار کی تعداد میں ہے۔ مجاہد صرف چار پانچ سو کے لگ بھگ ہیں۔ صلح اور سمجھوتہ کے ڈول بھی ڈھا دیئے گئے----

سید احمد نماز کے لئے ہاتھ باندھتے ہیں رکوع ہوتا ہے خدا کے حضور انکساری اور عاجزی سے رویا جاتا ہے پھر سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ دفعتاً دشمن کی طرف سے ایک تیر آتا ہے جو سید احمد

کے مطہر جسم میں پیوست ہو جاتا ہے۔ دشمن تلوار کا وار کرتا ہے گردن جدا ہو جاتی ہے----

اور اس طرح مجاہد برحق نماز قبول کرنے والے کے حضور خودنیاز عشق کا جام لے کر حاضر ہو جاتا

ہے----

......اب معرکہ ختم ہوا' پہاڑیاں بالاکوٹ کی تکبیر کے نعروں سے گونجتی گونجتی بہم جاتی

ہیں۔ فضا خاموش ہے----- قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے یہ مقام ایک سبق چھوڑ جاتا

ہے----

(ایک تبصرہ نگار کے مطابق) سید احمد شہید کی گردن رنجیت سنگھ کے دربار میں لائی جاتی

ہے۔ بے مثال بہادری پر ۲۱ توپوں کی سلامی دے کر دفن کر دی جاتی ہے ساتھ ہی دشمن کی شجاعت

کا اعتراف کرتے ہوئے راجہ گویا ہے۔

"مسلمان قوم کی تاریخ میں ایسا مجاہد' بیباک' نڈر سپہ سالار آج

تک پیدا نہیں ہوا----

میری زندگی کا واحد مقصد شرک و بدعت کا خاتمہ اور ہندوانہ مظالم

کا

انسداد

ہے

شہادت

ایک فخر ہے جو نصیبہ وروں کو ملتا ہے

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

مبلغ اسلام عاشق رسولؐ

شاہ اسماعیل شہیدؒ

خاندان ولی اللہ کا ایک نوجوان توحید و سنت کا پرچار کر رہا ہے۔ بتوں کے تقدس توڑنا اور وحدت باری کا پیغام دنیا کو سنا رہا ہے۔۔۔ یہ کہتا ہے کہ زندگی میں میرا مقصد توحید و سنت کی مشعل روشن کرنا ہے۔۔۔ اس کے کلام میں جادو کا اثر ہے۔۔۔ اس کے بیان میں صداقت کا امتیاز ہے اس کی آواز میں طنطنہ اور لحن میں سوز ہے۔ رسم و رواج کی برائی بیان کرنے والا یہ آدمی بدعت و شرک کی لعنت سے لوگوں کو روک رہا ہے، وعظ و تبلیغ اور ارشاد و دعوت اس کا کام ہے۔ آئینہ تاریخ کے اوراق کے مطابق یہی شاہ اسمٰعیل شہید تھے۔ شاہ اسمٰعیل شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالغنی کے بیٹے تھے۔ آپ انبیاء کے حقیقی مشن پر کاربند تھے۔ انہوں نے اپنے نامور چچا شاہ عبدالعزیز کی صحبت سے فیض پایا تھا۔ شاہ ولی اللہ کے خاندان کے اس فرزند نے تھوڑی سی عمر میں درسیہ کتابوں سے فراغت حاصل کرلی۔ شاہ اسماعیل کے دل میں جہاد کی لگن اور زبان پر توحید کے نغمات ہمیشہ گونجتے تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں صرف ایک کتاب تقویۃ الایمان کے ذریعے تین لاکھ ہندو حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔۔۔ مولانا عبیداللہ سندھی جیسی شخصیت اسی کتاب کے باعث اسلام میں داخل ہوئی۔ آپ کی ابتدائی زندگی مختلف شہروں میں اسلام کی تبلیغ میں گزری تمام تصنیفات انہی اسفار کی رہین منت تھیں۔

شاہ عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے۔۔۔ میری تقریر اسماعیل نے لی، تحریر رشیدالدین احمد نے اور تقویٰ اسحٰق نے لیا۔ ابھی علمی مصروفیات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہو گا کہ آپ شاہ عبدالعزیز کے

تھم سے سید احمد کے حلقہ میں جمع ہو گئے۔۔۔ چند ہی دنوں بعد خبر آئی کی پنجاب کا راجہ رنجیت سنگھ مسلمانوں پر بہیمانہ مظالم کے طوفان اٹھا رہا ہے۔ اس نے مساجد کی بے حرمتی عام کر دی ہے۔ مسجدوں میں گھوڑوں کے اصطبل بنائے گئے ہیں۔ مسلم زادیوں کی عزت و آبرو پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہے۔ اسلام کا اعلانیہ مذاق اڑایا جا رہا ہے۔

مسلمانوں پر طرح طرح کی سختیاں اور بے شمار زیادتیاں روا رکھی جاتی ہیں۔ بس اس خبر نے سید احمد اور شاہ اسمٰعیل کو تڑپا دیا وہ کس طرح مسلمانوں پر مظالم دیکھ کر خاموش رہ سکتے تھے۔ اولاً سید صاحب نے شاہ اسمٰعیل کو پنجاب کے دورے کے لئے بھیجا آپ نے جنگی مراکز قائم کرنے کے لئے اکوڑہ' شیدو' ہنگی' بٹگرام' سنگیاری اور دوسرے اہم مقامات کا دورہ کیا۔۔۔

واپسی پر تمام حالات سید صاحب کے سامنے رکھے اور جہاد کی مکمل تیاری شروع کر دی طے یہ ہوا کہ رنجیت سنگھ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا اور پنجاب کے مظلوم مسلمانوں پر مظالم روکنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ ہو گا۔ چنانچہ فوج کی بھرتی شروع ہو گئی۔ شاہ اسماعیل حضرت سید احمد کی فوج کے روح رواں تھے۔ آپ نے معرکہ بالاکوٹ میں غازیان بدر کی یاد تازہ کی وہ چاہتے تو شہادت کی جگہ پنجاب کے راجہ سے انعام و اکرام لے کر واپس لوٹ سکتے تھے۔ مگر نشئہ توحید اور شوق شہادت سے چور مجاہد آخری دم تک اسلام کا بے مثال اور نڈر سپاہی بن کر لڑتا رہا۔۔۔۔ بالاخر دشمن کی تلوار گردن چیرتی ہوئی حلق میں جا پہنچی۔۔۔۔

ایک سوانح نگار کے مطابق شاہ اسماعیل کی شہادت سے تھوڑی دیر قبل ایک ہندو نے حضور علیہ السلام کی توہین کی شاہ اسماعیل نے قسم کھالی کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک تجھے وادی جہنم میں نہ گرا دوں۔ چنانچہ آپ کی گردن کٹ چکی تھی۔ مگر ولی کی بات جو منہ سے نکل جاتی ہے پوری ہو کر رہتی ہے۔ آپ تلوار تھامے دشمن رسول کی طرف بھاگتے ہیں۔ ایک

فاصلہ پر تلوار شاہ اسماعیل نے اس کی گردن میں پیوست کردی اور خود بھی وہیں ڈھیر ہو گئے۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقاں پاک را

شاہ اسماعیل شہید نے آنے والی نسلوں کے لئے جہاد کا ایک عظیم عنوان چھوڑا۔ آپ نے مسلمانوں کی بھلائی اور ان کے تحفظ کے لئے ساری زندگی صرف کردی۔۔۔ مگر صد حیف ہے ان نافہم لوگوں پر جنہوں نے شاہ اسماعیل شہید جیسے اسلام کے سچے فرزند کو کفر کے نرغے میں دے دیا اور ذرا خیال نہ کیا کہ اسلامی تاریخ میں جس مجاہد کا نام آپ زر سے لکھا ہوا ہے اس کا نشانہ قلم بنا کر ہم کس زاویے میں شمار ہوں گے۔

دار التحقیق
میر عزیمت لائبریری

شیر کی ایک دن کی زندگی
گیدڑ کی سو سالہ
زندگی سے بہتر ہے

شہادت

کا خون رائیگاں نہیں جاتا
اس کے ذریعے سینچی
جانے والی قوم حریت کے
متوالوں کو جنم دیتی ہے

شیرِ دل ٹیپو سلطان

یورپی ہتھکنڈوں کا چوتھا دور

فتح علی ٹیپو سلطانؒ

ہندوستان کی زمین پر آئے ہوئے انگریز کو پورے ڈیڑھ سو برس کا عرصہ گزرتا ہے۔ ابھی وہ بہادر بنگال میں اپنی حکومت کے قدم جما سکا ہے۔ مگر سارا ملک مصائب کے گرداب میں گر چکا تھا۔ راہ راہ میں الجھنیں تھیں۔ کوچ کوچ میں خطرات تھے' کوئی مجاہد نڈر مجاہد سامنے نہ تھا۔ کوئی شہسوار شیر دل شہسوار منصہ شہود پر نہ تھا۔ مظلوموں کی آہ باد سموم بن کر اٹھتی ہے۔ عرش کے دروازوں کو چیرتی ہوئی فریاد رس کے روبرو نالہ و شیون کرتی ہے۔ آہ مظلوموں پر ترس کر لیا گیا۔۔۔ اور ادھر حیدر علی نامی سپاہی کے گھر میں ایک اقبال مند لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ باپ کی امیدوں اور قوم کی آرزوؤں میں چمن کی بہار آ رہی تھی۔ یہ نومولود ایک بزرگ ٹیپو سلطان کے فیض روحانی کی جھلک تھی۔ اس کا نام بھی ٹیپو سلطان رکھا گیا۔ چونکہ یہ سلطان ہی تھا۔۔۔۔ اب عمر کی منزلیں طے ہو رہی تھیں۔ اس اثناء میں کرناٹک کی مہم اور ترچناپلی کا معرکہ بھی عمل میں آیا۔ مرہٹوں نے بھی انگڑائی لی۔ پانی پت کی خون آشام جنگ اور جمعداروں کی سرکشی کے واقعات بھی آئینہ تاریخ کی زینت بنے'۔۔۔ ابھی عمر قلیل ہی تھی کہ ٹیپو سلطان والد کے ہمراہ جنگ میں شریک ہونے لگے۔ بے مثال بہادری ان کی وجاہت سے جھلکتی تھی۔ بالآخر وہ وقت آگیا کہ ٹیپو سلطان میدان جنگ میں کودتا ہے اور شعلہ جوالہ کی طرح آزادی کی آگ اس میں بھڑک رہی تھی۔۔۔ سلطان ٹیپو ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ حریت کا ولولہ اور جانبازی کا جذبہ اس کا مشن تھا۔۔۔ سلطان اتباع سنت میں کسی عالم سے کم نہ تھا۔۔۔ فی زمانہ کی تمام تصاویر

اس کی تصاویر نہیں بلکہ وہ داڑھی کی سنت سے آراستہ تھا۔ ۱؎ ---- اثناء کارزار میں سلطان ٹیپو نے ایک ایمان افروز خط سید احمد شہید کو لکھا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"خدا کے فضل و کرم اور پیغمبر علیہ السلام کی برکت سے اسلامی سواروں کے گھوڑوں کے سموں نے تیرہ بخت اعدائے دین کو اس طرح کچلا ہے کہ ان کی فوج نہایت شکستہ و زبوں ہو گئی ہے۔"

سلطان ٹیپو ۲۔ اگست ۱۷۸۶ء کو محمد بیگ خان ہمدانی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں-----

"مسلمانوں پر جو برا وقت آیا ہے اس کا بڑا سبب سلطنت دہلی کی کمزوری ہے۔ اگر مسلمان اب بھی متحد ہو جائیں تو اگلی شان و شوکت پھر واپس آسکتی ہے اور اس وقت ان کافروں کو کہیں پناہ نہ مل سکے گی---
لہٰذا امیران اسلام کو ایسی کاروائی نہ کرنی چاہئے کہ روز فردا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمسار ہوں۔" ۲؎

سلطان ٹیپو کے مندرجہ بالا خطوط سے اس کی اسلام دوستی اور حب الوطنی کا عظیم الشان جذبہ نمایاں نظر آرہا ہے--- ان کی ساری زندگی انگریزی استبداد کے خلاف جنگ کرتے گزر گئی--- اسلام کی ترقی کے فکر میں اس کو نہ دن آرام رہتا نہ رات چین سے گزرتی----

ایک اور خط میں سلطان رقم طراز ہیں---

"اب فی الوقت میں بعض مسلمان بیٹوں کی سرزنش کر رہا ہوں جو شریعت اسلام کے خلاف کفار کے ساتھ اتحار کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے میں نے حال ہی میں خدا اور پیغمبر کے احکام کی احادیث کو قلم بند کر کے تمام ملک میں بطور پمفلٹ تقسیم کی ہیں۔"

۱؎۔ صحیفہ ٹیپو سلطان ۲ مولفہ محمود خان منگلوری ۲؎۔ ------ ایضاً -----

سلطان ٹیپو نے میسور کی چار جنگیں لڑیں جن میں اکثر و پیشتر دشمن کو پے در پے شکستیں دیں۔ ان کے علاوہ کرنل بیلی کے مقام پر انگریز بھی سلطان کے حملہ کی تاب نہ لا سکا۔ مندرجہ بالا سلطان کی فتوحات سے انگریز حد درجہ مرعوب ہو چکا تھا۔ اس کی نظر میں صرف سلطان ہی اس کا سب سے بڑا دشمن تھا۔۔۔۔ اور آپ اندازہ کریں ایک ایسا مجاہد فاتح جس کی فوج ساتھ چھوڑ گئی ہو۔ رسد جس کے پاس کچھ نہ ہو ہر طرف سے نوائب جس کا احاطہ کئے ہوئے ہوں۔ ساری برطانوی گورنمنٹ جس کے مٹانے کو تل چکی ہو یہ اسی کا کمال تھا کہ دشمن کے حملہ کا جواب تن دہی سے دیتا رہا۔ سلطان ایک علم دوست انسان تھا۔ جواہر القرآن' زاد المجاہدین اور مفرح القلوب ایسی علمی کتابیں اس کی سرپرستی میں لکھی گئیں۔

"سلطان شہید کی خارجہ پالیسی کے متعلق نشان حیدری میں لکھا ہے۔

"سلطان نے اپنے عہد میں فرانس سے دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ انگریز دشمنی نے دونوں ملکوں کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا تھا۔ ٹیپو نے افغانستان کے شاہ زمان کو اپنا ہمنوا بنایا ٹیپو کے سفراء نے اس کو ہندوستان کے معاملات میں عملی مداخلت پر آمادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں اس نے سلطان کی بے مثال مدد کی۔"

ٹیپو نے ۱۷۸۴ء سلطان عبد الحمید ترکی کو لکھا کہ عیسائیوں نے ہندوستان میں تجارت کے بہانے بعض ساحلی علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس لئے تمہیں رشتہ اسلام کے باعث فوج اور رسد کے ذریعہ ہماری مدد کرنا ہوگی۔ فوج کے اخراجات ٹیپو برداشت کرے گا۔ چنانچہ ترکی بھی سلطان کا ہمنوا ہو گیا۔۔۔۔

اس کے بعد ایران اور ڈولتی ہوئی مغلیہ حکومت کے ساتھ بھی سلطان نے تعاون کا ہاتھ

بڑھایا۔ ان کے علاوہ حیدر آباد کے نظام اور مرہٹوں سے سلطان اچھے تعلقات کا خواہشمند تھا تاکہ سب مل کر ظالم انگریز کا مقابلہ کریں اور مسلمان قوم کی اپنی گمشدہ متاع دوبارہ میسر آجائے۔۔۔۔ لیکن حالات نے موافقت نہ کی اور اسلام کا یہ فرزند ساری زندگی قوم و وطن کی عظمت و ناموس کے لئے تنہاء قربانیاں دیتا رہا۔

اثناء جنگ سید احمد شہید کے نام ایک خط میں سلطان لکھتا ہے۔

"آخر میں خدائے برتر و توانا کی تائید سے میں نے دشمن کو متعدد شکستیں دے کر اس کو مجبور کر دیا ہے کہ دریائے کرشنا کے اس پار فرار ہو جائے۔ دشمن نے نہایت الحاح دعاجزی سے صلح کی درخواست کی اور میں نے انسانی جانوں کے بے جا تلاف سے اجتناب کرتے ہوئے اپنی شرائط ان سے منوالی ہیں اور اب میرا مصمم ارادہ ہے کہ ان لوگوں کی سرزنش کروں جو مسلمانوں کو مسجدوں میں اذانیں دینے سے منع کرتے ہیں...... تاکہ یہ بد عقیدہ لوگ تباہ ہو جائیں اور دین محمدی سر سبز ہو سلطان ہر روز تلاوت کرتا تہجد کی نماز بلاناغہ پڑھتا۔

وہ ہمیشہ صاحب ترتیب رہا۔ شرم و حیا کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی ایڑیوں' ہاتھوں اور منہ کے علاوہ کسی نے اس کے جسم کا کوئی حصہ برہنہ نہیں دیکھا۔"

سلطان کی زندگی کے تمام اصول اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ اس کا مطمع نظر مسلمان قوم کی سربلندی اور اسلام کا عروج تھا اور غلامی کی زنجیریں کاٹنے کے لئے دن رات پگھلتا جا رہا تھا۔ آج تک انگریز اس کے نام سے کانپتا ہے۔ دیکھئے ہم کو اس تعلیمات پر عمل کر

کے اپنا مستقبل سنوارنا ہے۔
بالاخر میسور کی چوتھی جنگ میں میر جعفراور رامی چنہ کی غداری کے باعث لاشوں پہ لاشیں
گراتا' لڑاتا سلطان وہاں پہنچ گیاں جہاں حوران خلد اس کے لئے شراب طہور کا جام لئے کھڑی
تھیں۔
اسلام کا یہ عظیم فرزند شہادت کی وادی میں چلا گیا۔ جہاں سے کبھی کوئی جانے والا واپس
نہیں لوٹتا اور آزادی و غیرت کا معمار ۴۔ مئی ۱۷۹۹ء کو دنیا سے رخصت ہو گیا۔ سلطان شہید کا
مقبرہ سرنگا پٹم میں بنایا گیا۔ جو میسور سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔

میری خواہش ہے کہ دارالعلوم کا ہر تعلیم یافتہ انگریز کے محل میں شگاف کر دے اور اس مدرسہ کا ہر فیض یافتہ سامراج کے لئے زہر قاتل ہے انگریز کے خلاف بغاوت کے جرم میں خواہ دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بج جائے جنگ بہرحال جاری رہے گی۔

فیلسوف اسلام

مولانا محمد قاسم نانوتوی

بانی

دیوبند یونیورسٹی

یورپی ہتھکنڈوں کا پانچواں دور

فیلسوف اسلام

حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

جب ہندوستان کی مظلوم قوم مرگ و زیست کی دہلیز پر کھڑی تھی اور انگریزی سامراج نے اپنے مکمل اقتدار کا کھیل جمایا تھا' چاروں طرف غلامی کی بھیانک راتیں اور مظلومیت کے سیاہ پردے نظر آنے لگے تو آزادی ہند کا جذبہ غیرت و حمیت کی بھٹیوں میں پکنے لگا۔ اب سوئی ہوئی قوم غفلت کی نیند سے آنکھ کھولتی ہے تو کفر کا سحر و فسوں ان کو بے رحم قفس میں جکڑ چکا تھا۔ ابھی تک وہ چنگاری جو قومی اور ملی غیرت کی سلطان ٹیپو اپنے خون سے جلا گیا تھا۔ مدھم پڑ چکی تھی ضرورت کسی محمد بن قاسم کی تھی۔ مسلمان کسی غزنوی کی راہ تک رہا تھا کہ اس دور کے علماء اور دانشوروں کا متحدہ کنونشن بلایا گیا۔

انگریز کی ساری جادوگری سامنے آتی ہے' بہت گرما گرم بحث ہوئی فیصلہ کارزار میں کود جانے کا ہوا۔ شہادت کے آغوش میں چلے جانے کو غلامی کی زندگی پر ترجیح دی گئی' اتفاق رائے سے طے پایا کہ باقاعدہ اسلحہ اندوزی اور تربیت سپاہ کا خفیہ کام شروع کیا جائے۔ جنگ کے سب سے بڑے مرکز شاملی کے محاذ پر علماء اور نوجوان فوجیوں کا طاقتور دستہ مقرر کیا گیا کیونکہ یہاں سے انگریزی فوج کا شدید خطرہ تھا۔

غازیوں کے اس دستہ کا سالار جسے مقرر کیا گیا وہی تھے مولانا قاسم نانوتوی اور حقیقت یہ ہے

کہ رزم و بزم کے اس شہسوار ہی کے محکم دلائل سے مذکور کنونشن کے حاضرین آمادہ جنگ ہوئے جس نے سپاہ کی کمی کے سوال پر کہا تھا۔۔۔۔۔ "کیا ہم غازیان بدر سے بھی کم ہیں؟"

(رموج کوثر ص ۲۲۳)

اب عاشقان رسول کا جذبہ جہاد مچل چکا تھا اور سارا اجلاس جوش جنون میں بیخود ہوئے جا رہا تھا۔ بالا خر دستوں کے دستے جہاد کے لئے روانہ ہوئے جہاں شاملی کا محاذ انگریزی فوج کا مضبوط قلعہ تھا۔ وہاں حاجی امداد اللہ جیسے روحانی معمار اس قافلہ کے سرپرست تھے اور ان کی نظر کرم کی روحانی ترقی مادی اسباب کی کمی محسوس نہ ہونے دیتی تھی۔

مولانا قاسم نانوتوی جن کی ولادت سید احمد بریلوی کی شہادت کے روز ہی ہوئی تھی۔ بہت بڑے عالم اور اسلام کے بے مثال فلسفی تھے۔ سید حسین احمد مدنی نقش حیات میں لکھتے ہیں۔

"علوم و معارف کی وہ گہرائی جو مولانا قاسم نانوتوی کی کتابوں میں
نظر آتی ہے۔ شاہ ولی اللہ کے علمی اعتراف کے باوجود کہتا ہوں وہ ان کی
کتابوں میں بھی موجود نہیں۔۔۔۔۔"

سر سید احمد ایک عرصہ تک مولانا نانوتوی کے ہم مکتب بھی رہے۔ مسلک کے اختلافات کے باوجود ایک جگہ رقم طراز ہیں۔۔۔

"امام غزالی کے بعد اسلام میں مولانا قاسم نانوتوی سے بڑا فلسفی آج
تک نہیں گزرا۔۔۔۔"

اندازہ کریں ایک ایسا جید عالم جس کے علم کا شہرہ چار دانگ عالم میں گونج رہا تھا۔ کس طرح قوم وطن کی فلاح کے لئے ۱۸۵۷ء کی لڑائی میں سربکف تھا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب کفر بے حجاب نکل آیا۔ ۱۴ ہزار علماء پھانسی کے تختے پر لٹکائے جا چکے اور دور تک ہدایت کی کوئی کرن، عمل کی کوئی

راہ، رحمت کا کوئی ستارہ نظر نہ آتا تھا۔ تو مشعل اسلام کو فروزاں رکھنے کے لئے ایک چھوٹی بستی
میں مولانا قاسم نانوتوی نے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی، مقصد ظلم کا خاتمہ تھا، اسلام کا عروج تھا۔ گو
علماء کا پیدا کرنا تھا قرآن کی سربلندی تھی، استقامت روح تھی اور استقلال زینہ تھا۔"
دیوبند میں قائم ہونے والا یہ دارالعلوم جو آج عالم اسلام کی سب سے بڑی اسلامی
یونیورسٹی ہے آپ کے ایام طالب علمی کے ایک خواب کا پیش خیمہ تھا۔ مولانا قاسم نانوتوی کی
سوانح عمری میں لکھا ہے-----

"ایام طالب علمی میں مولانا قاسم نانوتوی نے ایک خواب دیکھا تھا
کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے نکل کر ہزاروں نہریں
جاری ہو رہی ہیں۔ یہ خواب انہوں نے اپنے والد صاحب سے ذکر کیا تو
انہوں نے فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا---"

مولانا قاسم نانوتوی سنت رسولؐ پر ایسے پابند تھے کہ معرکہ ۵۷ء کے بعد جب آپ کے
وارنٹ جاری ہوئے تو آپ روپوش ہو گئے تین دن کے بعد جب باہر نکلے تو احباب نے دوبارہ
چھپ جانے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔

"مجھے شرم آتی ہے کہ حضور علیہ السلام غار حرا میں تین روز چھپے
ہوں اور میں ان سے ایک ساعت بھی زیادہ روپوش رہوں-----"

بے نفسی و بے غرضی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ نواب حیدر آباد نے خط لکھا۔ "آپ
ہمارے ہاں تشریف لے آئیں دن میں صرف ایک گھنٹہ پڑھانا ہوگا۔ سات سو روپیہ تنخواہ ملے
گی۔" آپ نے جواب میں لکھا۔

"مدرسہ سے ۱۰ روپے مشاہرہ لیتا ہوں ان میں ۶ روپے ماہوار میرا

خرچہ ہے اور ۲ روپے والدہ کو بھیج دیتا ہوں۔ میرے پاس ۲ روپے رکھنے کو جگہ نہیں۔ اتنی تنخواہ کیا کروں گا۔"

نواب مرحوم اس مرد درویش کے خط سے اتنا متاثر ہوا کہ شوق زیارت کے آیا۔۔۔۔ رخصت ہوتے وقت ایک تھیلی روپوں کی پیش کی' آپ نے پہلے والا عذر کیا وہ جاتے وقت ساری رقم آپ کے جوتوں میں ڈال گیا۔

"آپ جب اٹھے تو جوتوں کو جھاڑ کر فرمانے لگے "دیکھو ہم دنیا کو دھتکارتے ہیں تو یہ ہمارے جوتوں میں پڑ رہی ہے یہ کہہ کر آپ آگے چل دیئے۔"

دراصل مولانا قاسم نانوتوی جیسے لوگوں ہی کا کام تھا کہ ساری دنیا سے بے پرواہ ہو کر انگریزی کے خلاف میدان کارزار میں نکلے پھر اپنے پیچھے دارالعلوم دیوبند کا ایسا علمی' سیاسی اور اخلاقی سرمایہ چھوڑ گئے کہ رہتی دنیا میں اس مادر علمی سے فیض حاصل کر کے یورپی دیوتاؤں کے لئے حنظل کا کام دیتی رہے گی۔۔۔ آپ نے ۳۰ سے زیادہ کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔۔۔

انگریز کے خلاف بغاوت ہمارا شیوہ ہے

خطرات کی آندھیاں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں

غلامی کا ایک ایک لمحہ ذلت ورسوائی کا آئینہ ہے

اس لئے

میرا کوئی عقیدت مند جہاد کے

فریضہ سے پہلوتہی نہ کرے

(فقیہ امت)

علامہ رشید احمد گنگوہیؒ

۱۲۴۴ھ تا ۱۳۲۲ھ ۱۸۲۸ء تا ۱۹۰۵ء

فقیہہ امت

علامہ رشید احمد گنگوھیؒ

جس سال بالاکوٹ کے مجاہدوں نے پشاور کے علاقوں پر یلغار کی اور رنجیت سنگھ کے گماشتوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ اسی سال بستی گنگوہ میں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔

فضائے ملکوت مہک رہی تھی' فرشتگان قضاء وقدر مبارک کہہ رہے تھے کہ امت محمدیہ کے عظیم فقیہ اور برصغیر کے نامور مجاہد' صوفی اور عالم کی پیدائش ہوئی ہے۔ "یہی تھے مولانا رشید احمد گنگوھی"

آپ نے سات سال کی عمر میں اپنی عابدہ اور زاہدہ ماں سے قرآن کی تعلیم شروع کی بہت تھوڑے عرصے میں آپ نے قرآن کی تعلیم سے فراغت حاصل کرلی۔ گیارہ سال کی عمر بھی کیا ہوتی ہے؟ اس دور میں انہوں نے مولوی محمد بخش صاحب سے قرآن کی ایک آیت کا ترجمہ پڑھا۔ جس کا مفہوم تھا۔

"قیامت کے روز مجرم الگ کر دیئے جائیں گے اور کامیاب الگ"

ساری رات بستر پر روتے گزار دی۔ والدہ نے پوچھا۔ "بیٹا رشید احمد۔ تم ساری رات سوئے کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا۔

"صرف اس غم میں کہ قیامت میں میرا شمار کہیں مجرموں میں نہ

ہو جائے۔"

بچپن ہی سے خدا کا خوف اس قدر غالب تھا کہ عبادت الٰہی میں دن رات آپ کی مشغولیت دیکھ کر بڑے بڑے عالم دنگ رہ جاتے تھے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی نے ابتدائی کتابیں گنگوہ ہی میں پڑھیں۔ ۱۸۴۴ء میں آپ آخری تعلیم کے لئے دہلی چلے گئے۔ وہاں شاہ عبد الغنیؒ اور مولانا مملوک علی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔

ذہانت اور ذکاوت میں آپ درجہ کمال رکھتے تھے۔ میر زاہد، قاضی صدرا وغیرہ ایسی فلسفی اور منطقی کتابوں کی عبارات تک لفظ بلفظ زبانی یاد تھیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا قاسم نانوتوی کے ہم مکتب تھے۔ انہوں نے پوری تعلیم اکٹھے حاصل کی-----

جس استاد کے پاس یہ دونوں ہونہار شاگرد شرف تلمذ کے لئے جاتے وہ برسوں تک ان کے خداداد کمالات کا معترف رہتا۔ علم و تقویٰ کے یہ دونوں آفتاب ایک ساتھ ہی حضرت امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے حلقہ بیعت میں شریک ہوئے---

مولانا رشید احمد گنگوہی چالیس روز میں خلافت کے خلعت مرصع سے نواز دیئے گئے۔ آپ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے زمیندار اور بہت بڑے مالدار تھے۔ مگر ان کی درویشانہ زندگی سے مال و دولت کی کوئی بو نمایاں نہ تھی----

دنیا سے بے غرضی، سنت کا اتباع، مسائل میں گہرائی، مطالعہ میں پابندی ان کا شعار تھا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کسی آدمی نے سونا بنانے کا نسخہ عنایت کیا۔ آپ نے فرمایا۔

"بھائی اس سارے سامان کو اوپر والی الماری کے دراز میں رکھ دو" گیارہ سال کے بعد وہ

آدمی حاضر ہوا تو نسخہ سے متعلق دریافت کرنے لگا"

آپ نے فرمایا۔

"مجھے تو دینی امور سے فرصت نہیں ملی آپ کی چیز وہیں پڑی ہے۔

اسے لے جاؤ وقت ضائع کرنے کے علاوہ یہ میرے کسی کام نہیں۔" اس

نے دراز کھولا تو سارا نسخہ خاک سے اٹا پڑا تھا۔"

مولانا رشید احمد گنگوہی کے فقہی کمالات کے متعلق علامہ انور شاہ کشمیری نے فرمایا تھا۔

"شیخنا الگنگوہی افقہ من الشامی" ---- ہمارے شیخ گنگوہی شامی" سے بڑے فقیہہ ہیں اور حقیقت بھی یہ ہے کہ عصر حاضر کے مسائل کو جس گہرائی اور وسعت علمی کے رنگ میں انہوں نے حل کیا کم از کم برصغیر ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ان کے علمی تبحر کی بے پایاں بلندی کا حال آپ نے سنا---- مگروہ اسلاف اور فرزندان اسلام کی طرح صوفی باصفا ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بے باک اور حیرت انگیز بہادر بھی تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا جب جنگ کا بگل بجا اور کھانڈے پر کھانڈا بجانے کا عام اعلان ہوا تو شاملی کے محاذ پر جن سینکڑوں علماء نے جنگ میں حصہ لیا۔ ان کے ایک دستہ کی کمان مولانا رشید احمد گنگوہی کے ہاتھ میں تھی--- آپ نے جنگ آزادی میں بے شمار مثال کردار ادا کیا۔

جنگ کے بعد آپ پنجلاسہ تشریف لے گئے---- ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہو گا کہ گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو گئے۔ آپ خفیہ طور پر رام پور کی طرف کوچ کر گئے۔ چند روز بعد گارڈن کرنیل فرانسیسی غلام علی ضلع سہارنپور، ستر سپاہیوں کو لے کر گنگوہ پہنچا۔ مولانا وہاں سے روپوش ہو چکے تھے۔ پولیس نے یہاں سے ان کے مشابہ آپ کے ماموں زاد بھائی مولوی ابو النصر کو گرفتار کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد جب معلوم ہوا کہ یہ مولانا رشید احمد نہیں تو ان کی رہائی ہوئی۔ اب

انگریزی فوج جگہ جگہ چھاپے مار رہی تھی۔ ایک دستہ رام پور پہنچا۔ مولانا نے گرفتاری ہی کو مصلحت سمجھا اور خود کو پیش کر دیا۔۔۔۔ چنانچہ

ظلم اپنے مجرم کو پابجولاں لے چلا

مولانا رشید احمد کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر مظفر نگر جیل میں پہنچایا گیا۔ آپ نے یہاں چھ ماہ تک مصائب کے طوفان اٹھائے۔ جیل میں انہوں نے وعظ و تبلیغ کا وسیع سلسلہ شروع کر دیا۔ اس اثناء میں انہیں پیشتر مصائب سے لوٹنا پڑا اندازہ کریں۔ ایک صاحب حیثیت متمول خاندان کا نوجوان عالم قوم و وطن کے لئے کیسے کیسے مصائب اٹھاتا ہے۔۔۔ مجال ہے کہ اس کے پائے استقامت میں کچھ لغزش آئے۔ آزادی ہند کا اصل سہرا در حقیقت ایسے لوگوں کے سر ہے۔ جنہیں ساری دنیا کی لذتوں سے حریت فکر کی زندگی ہر دم محبوب رہی۔۔۔۔

جب مولانا رشید احمد گنگوہی کو گرفتار کیا گیا تو آپ کی اہلیہ جن کے والد مولوی تقی الدین کو انگریز نے پھانسی کی سزا دی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔ کل آزادی کے جرم میں میرے والد نشانہ ستم ہوا۔۔ اور آج میرا نامور شوہر زندان کا راہی ہے۔ میں اپنے باپ اور شوہر کی جرات و بیباکی پر جتنا فخر کروں کم ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی چھ ماہ بعد رہا تو کر دیئے گئے مگر ان پر سی آئی ڈی کا پہرہ مریدوں اور مہمانوں کی صورت میں مرتے دم تک ساتھ رہا۔ ان کی ساری زندگی دین اسلام کی اشاعت قوم و وطن کی سربلندی کے لئے تکالیف سہتے گزری۔۔۔۔ آپ نے ۴۹ سال درس حدیث دیا۔ جس سے برما، کابل، افغانستان اور اطراف و اکناف کے سینکڑوں علماء نے استفادہ کیا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی، تواضع و انکساری اور عاجزی و فروتنی کا بے مثال مرقع تھے۔ آپ کی پیشتر تصانیف میں کوکب الداری اور ہدایۃ الشیعہ مشہور ہیں۔

جیل

میں جانا کوئی مقصد نہیں اگر مقصود کی راہ میں جیل رکاوٹ ہو تو عبور کرنا ضروری ہے۔

آزادی

ہند کی جدوجہد میں میری بوٹی بوٹی کردی جائے تو کسی قسم کا اندیشہ نہیں۔ اے نونہالان وطن.... جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں۔ مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور کالجوں اور اسکولوں میں زیادہ ہیں تو میں نے علی گڑھ کی طرف قدم بڑھایا۔

.....اگر نوجوان کفن بردوش ہو جائیں تو ملک بہت جلد آزاد ہو سکتا ہے۔

"خطرات کے طوفان مجھے اپنی راہ سے ہٹا نہیں سکتے۔ ریشمی رومال کی تحریک کا مقصد ساری دنیا سے انگریز کو نیست و نابود کرنا تھا۔"

علی گڑھ کے طلبہ سے خطاب
شیخ الہند محمود الحسنؒ

یورپی ہتھکنڈوں کا چھٹا دور اور

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ دیوبندی

آزادی ہند کی تاریخ کے اوراق سے اگر محمود الحسن کا نام نکال دیا جائے تو میرا ہی نہیں بلکہ تمام تاریخ دانوں کا فیصلہ ہے کہ وہ ادھورے اوراق ہوں گے جہاں سے اس مجاہد بے باک کے درخشندہ سوانح و افکار الگ کر دیئے جائیں۔ مولانا محمود الحسن جن کو تحریک خلافت میں شیخ الہند کا لقب دیا گیا۔ بستی دیوبند ضلع سہانپور کے باشندے تھے۔ ابھی میرٹھ میں ہی تھے کہ یہاں ہنگامہ انقلاب برپا ہوا۔ ۱۸۵۷ء کے واقعات چھوٹی عمر کے باعث اگرچہ پوری طرح آپ دیکھ نہ پائے تھے تاہم اجمالی طور پر سامراجی ظلم و ستم کا نقشہ ذہن میں نقش ہو گیا تھا۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا انگریز کا ستم اور انسان سوز مظالم سامنے آتے رہے۔ اللہ نے آپ کو ذہانت و فطانت اور حافظہ کی بے مثل قدرت سے وافر حصہ عطا کیا تھا۔ پھر قدرت نے آپ کو مولانا قاسم نانوتوی کی صحبت میں بھیجا۔ جس سے کمالات کو چار چاند لگ گئے اور آزادی کا جذبہ لے کر جب محمود الحسن دیوبند سے نکلا تو دماغ و دل جہاد کی تپش کا گہوارہ تھا۔ ساتھ ہی بلقان اور طرابلس کے خونخوار واقعات نے انہیں ریشمی رومال کی عالمی تحریک چلانے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ فکر ولی اللہ کے پاسبان اور جذبہ شاہ اسماعیل شہید کے مدح خواں تھے۔ وطن و قوم کا درد ان کے جان و جگر میں سمایا ہوا تھا۔ محمود الحسن ایک عرصہ تک دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم رہے۔ اس اثناء میں انہوں نے ابتدائی تنظیم کے اراکین پیدا کئے۔ رفتہ رفتہ جماعت کا حلقہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ بالآخر ایک وقت آیا کہ آپ جہاد کے عملی مشن کے لئے کمربستہ ہو گئے اور اس کے لئے تحریک ریشمی رومال کی داغ بیل ڈال دی

گئی۔۔۔اول اول آپ نے اپنے نامور شاگرد مولانا عبید اللہ سندھی کو کابل بھیجا تاکہ تحریک کے ممبر زیادہ سے زیادہ بن سکیں۔۔۔۔

ادھر پورے ملک میں انہوں نے تمام شاگردوں سے رابطہ قائم کیا۔ جگہ جگہ تحریک کا خفیہ کام جاری کیا۔ کھدر پوش شیخ الہند انتہائی زیرک و دانا سیاستدان تھے۔ انہوں نے پورے ہندوستان کے کونے کونے میں انگریزی مخالفوں کا جال بچھایا عساکر اسلامیہ کی خود کمان کی۔۔۔۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔۔۔

"دیوبند کی بنیاد ۵۷ء کی تلافی کے لئے رکھی گئی ہے۔"

آپ نے دین پور (ضلع رحیم یار خان) امروٹ شریف پیر جھنڈ اور ضلع جہلم میں پانچ خفیہ اڈے قائم کئے' یہاں ایک ایک سیکرٹری مقرر کیا۔ یانستان کے آزاد علاقے کو فوجی سپاہ کی تربیت کے لئے منتخب کیا۔۔۔سیاست ہند کے افق پر یہ دور انتہائی پر آشوب تھا۔ مصائب کی کالی کالی گھٹائیں سینہ سپر تھیں۔ اپنوں کے مشورے موت کے ساکت سمندر میں اترنے سے روک رہے تھے۔ حالات کے باد سموم سے فضا مکدر تھی۔ ابھی کل ہی ۱۴۔ ہزار علماء سولیوں پر لٹکائے گئے تھے۔ دریاؤں میں غرق کئے گئے۔ زندانوں میں کوہائے گئے تھے۔ تانبوں سے دغوائے گئے تھے۔۔۔ہوائیں بھی سہم سہم کر چلتی تھیں۔ زبان کھولنا تو کیا اس کے تصور سے چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ ہر انسان کے سامنے مخالفوں کا حشر تھا۔۔۔۔کون اس جمود کو توڑے۔۔۔۔کون تعطل دور کرے۔۔۔۔کون اٹھ کر موت سے آنکھیں چار کرے۔۔۔وہ دیکھو مدرسہ دیوبند کا ایک استاد حدیث کفن سر پر باندھ کر نکل رہا ہے۔۔۔۔ان کی عالمی تحریک کا مقصد کیا تھا۔ برطانوی رپورٹ کا مرتب رقم طراز ہے۔

"دیوبند کے صدر مولوی محمود الحسن نے عبید اللہ نامی ایک نومسلم

شاگرد کو غیر ممالک بھیجا اور خود ہندوستان میں خفیہ مراکز قائم کئے۔ عبید اللہ سندھی افغانستان سے ہوتا ہوا استنبول اور وہاں سے ترکی' روس اور چین پہنچا جگہ جگہ اس نے انگریزی سرکار کے خلاف لوگوں کو اکسایا۔۔۔ اس ساری کوشش کا مقصد صرف یہ تھا کہ انگریزی گورنمنٹ کے خلاف اندرونی اور بیرونی طاقتوں کی مدد سے بیک وقت بغاوت ہو جائے۔۔۔۔

چنانچہ شیخ الہند نے حصول اسلحہ کے لئے حجاز کا سفر فرمایا آپ مدینہ میں گورنر غالب پاشا اور انور پاشا سے ملے۔ انہوں نے ترکی وغیرہ کے نام امدادی خط لکھا۔ جاسوسی ہو گئی۔ شیخ الہند نے خلیل احمد کے ذریعے وہ خط بطور حصول نقول ہندوستان بھیجا' اس وقت بمبئی کی بندرگاہ پر ہزاروں کی تعداد میں پولیس تعینات کر دی گئی۔ ہر سامان کی تلاشی لی جاتی تھی۔ قدرت نے حفاظت کی اور وہ خط وہاں سے محفوظ رہا اس کے بعد عین اس وقت دہلی کے مشہور فوٹو گرافر کی دوکان پر چھاپہ پڑا جب نقلیں تیار ہونے کے لئے پانی کے ڈابڑے میں پڑی تھیں۔ یہاں بھی خط حفاظت میں رہا۔ بالآخر جب وہ خط لے کر قاصد ہوائی جہاز میں سوار ہوا تو جاسوس نے وزارت خارجہ کو اطلاع دی اگر آج کا جہاز چلا گیا تو کل اس وقت تک برٹش گورنمنٹ کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ جہاز روک لیا گیا۔ خطوط پکڑے گئے۔ دوسری جانب شیخ الہند کو مکہ سے گرفتار کر کے جدہ کے راستے اسکندرہ قاہرہ کی عدالتوں میں بیان لے کر مالٹا کے دور افتادہ

جزیرے میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہ تحریک ریشمی رومال کے نام سے مشہور ہے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں ایک پیغام کے دو سرے سرے تک پہنچانے کے لئے ریشمی رومال پر پھول بوٹے بنائے جاتے تھے اور دیکھنے والا پانی میں ڈبو کر سورج کی مدد سے ان ہدایات کو سمجھ سکتا تھا۔

آپ اندازہ کریں مجاہدوں نے آزادی ہند کا درخت کس طرح اپنے مقدس خون سے سینچا' شیخ الہند مع چار رفقاء عیسائیوں کے مشہور جزیرہ مالٹا میں لے جائے گئے۔ یہاں انہوں نے قرآن کا ترجمہ اور تفسیر لکھی ساری دنیا کے بڑے بڑے انگریزی مخالف جو یہاں نظر بند تھے۔ شیخ الہند کے علم و فضل کا شہرہ سن چکے تھے۔ وہ صبح و شام آپ کے حلقہ میں شریک ہوتے' مختلف امور پر گفتگو ہوتی۔

بالآخر ہندوستان میں شیخ الہند کی رہائی کی تحریک زور پکڑ گئی۔ آپ چار سال کے بعد ۱۹۱۹ء میں رہا کر دیئے گئے۔۔۔۔ اس وقت کمزوری و نقاہت نے شیخ موصوف کو نڈھال کر دیا تھا۔ وہ چلنے پھرنے سے قاصر تھے۔ شیخ الہند کا جہاز جب بمبئی کی بندرگاہ پر پہنچا تو وہ منظر دیدنی تھا۔ کوئی سیاستدان ہندوستان کا ایسا نہ تھا جو مجاہد آزادی کو ایک نظر دیکھنے یہاں نہ آیا ہو گویا آزادی کے متوالوں کا بحر بیکراں یہاں امڈ آیا تھا۔۔۔۔ اسی طرح دہلی اور دیوبند تک ہر اسٹیشن پر لاکھوں عقیدت مندوں کا ہجوم رہا' کچھ عرصہ بعد مرض نے طول کھینچا آپ اپنی تحریک کے سرگرم رکن حکیم اجمل خان کے یہاں ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی پر دہلی لائے گئے۔ اسی اثناء

میں انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی کے ایک عظیم اجلاس کی صدارت بھی فرمائی۔ آپ کا بستر علی گڑھ لیجایا گیا تھا۔ اسی حالت میں وہ سٹیج پر رونق افروز تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے ان کی طرف سے جو استقبالیہ پڑھا وہ عجیب و غریب دستاویز ہے۔ جس کے ایک ایک حرف سے سامراج دشمنی پھوٹ رہی ہے۔

بالآخر مطلع ہند پر عرصہ دراز تک روشنی کرنے والا سورج ۲۱۔ نومبر ۱۹۲۰ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔۔۔۔ میت دیوبند لائی گئی۔۔۔ علماء حق اور ان کی مظلومیت کی داستانیں "کتاب کا مصنف ۱" ایک دردناک واقعہ لکھتا ہے۔

"جب شیخ الہند کی میت کو غسل دینے کے لئے تختے پر لٹایا گیا تو دیکھنے والے سکتے میں رہ گئے کہ کمر پر ہڈیوں کے سوا کچھ نام کو نہیں تھا۔ اس کے متعلق آپ کے رفیق جیل اور شاگرد مولانا حسین احمد مدنی سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مالٹا کے شب و روز میں شیخ الہند کو ایک تہہ خانہ میں لے جا کر اوندھے منہ لٹایا جاتا ان کی کمر پر گرم سلاخیں دھری جاتی اور آزادی ہند کے موقف کو تبدیل کرنے پر اصرار کیا جاتا تھا۔۔۔۔ مگر استاد محترم ہر دم ایسا جواب دیتے کہ ظلم کرنے والے بھی اشکبار ہو جاتے۔ چنانچہ جب انہوں نے تمام حیلوں کے بعد آپ کو ثابت قدم پایا تو اس فعل سے رک گئے۔"

مولانا حسین احمد مدنی کا بیان ہے۔

"مجھے شیخ الہند نے قسم دے کر زندگی میں یہ بات افشا نہ کرنے کو کہا تھا۔"

شیخ الہند نے طویل عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا آپ نے قرآن پاک کا مقبول عام ترجمہ (جو تفسیر عثمانی کے نام سے مشہور ہے) تحریر فرمایا۔ عربی فصاحت و بلاغت کی ایک اہم کتاب مختصر المعانی کا عربی حاشیہ اور دوسرے بیسیوں چھوٹے چھوٹے رسالے تصنیف فرمائے۔"

آپ کے حلقہ درس سے ایسی ایسی درخشندہ شخصیتوں نے جنم لیا۔ جن کی مثال سارا عالم اسلام پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چند کے نام یہ ہیں۔

- حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، ○ بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس دہلوی،
- امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی، ○ علامۃ العصر مولانا انور شاہ کشمیری،
- امام راشد مولانا حسین احمد مدنی، ○ مفتی کفایت اللہ دہلوی،
- شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی۔

یہ چند وہ برگزیدہ لوگ ہیں جن کے علم و فضل، تقویٰ، جرات و سیاست اور تبلیغی، تعلیمی، تصنیفی خدمات پر مخالف و موافق بھی رطب اللسان ہیں۔"

شہباز علی
ذخیرہ
ملوٹ اسلام آباد

☆ ☆ ☆ ☆

میں ملکوں ملکوں پھرا' کوچے کوچے میں آزادی کے نعرے بلند کئے' غاروں' بیابانوں' صحراؤں میں زندگی کی تلخ راتیں کاٹیں۔ ترکی' افغانستان' استنبول' روس' حجاز' جہاں جہاں میرے قدم پہنچے ہر جگہ انگریز کے ظلم نے مسلمانوں پر مصائب کی آندھی بپا کر رکھی ہے۔

"میرا فکر زخمی' جگر مضطرب اور میری سوچ درماندہ حال ہے۔ میں کہاں سے آزادی کی نایاب دولت مہیا کروں!"

مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو' غداروں اور کاسہ لیسوں نے میرے شیخ الہندؒ کی عالمی تحریک کو نقصان دے کر غلامی کی گھڑیوں کو طول دے دیا ہے۔ جس سے میرا وجود نالہ و شیون کا مجسمہ بن کر رہ گیا ہے۔ مجھے کسی انسان سے الفت نہیں رہی مجھے کوئی غذا اچھی نہیں لگتی۔ مجھے کسی سے آرام نہیں۔۔۔ انہوں نے جسم کا ریزہ ریزہ کر کے مجھے تن تنہا غموں کی بے آب و گیاہ بستی میں چھوڑ دیا ہے۔

بستر مرگ پر (مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے بیان کا حاصل)

☆ ☆ ☆ ☆

امام انقلاب

مولانا عبید اللہ سندھی ۱۸۷۲ھ -- ۱۹۴۴

موٹا کرتا' کھدر کا پاجامہ' برہنہ پا' ننگے سر ایک شخص تلخ ماہ و سال گزارے ہوئے آنکھیں لئے' بکھرے ہوئے بال' صحراؤں کی سناٹا بھری آواز' طویل جلاوطنی کے بعد دہلی کے اسٹیشن پر گاڑی سے اترتا ہے۔

ابھی ۲۶ سال پہلے اس شخص کی داڑھی کے بال تازہ گلوں کی مانند پھوٹ ہی رہے تھے۔ مگر آج شیخوخیت کا عجیب نظارہ ہے۔ جیسے کوئی آدمی مصائب کی وادی کنگ و جمن میں اتار دیا گیا ہو اور ایک طویل عرصہ بعد جب اسے نکالا جائے تو وہ اپنی شخصیت میں بلا کا انقلاب برپا کر چکا ہو۔ آج سارا ہندوستان دہلی کے اسٹیشن پر جمع ہے۔ یہ اجتماع اس کی حب الوطنی اور سامراج دشمن پر سلام کرنے آیا ہے۔ عقیدت کے پھول نچھاور کر رہا تھا۔ دفعتاً نعروں کی گونج میں ایک زوردار آواز سنائی دی۔

"تم میرے استقبال کو کیوں آئے ہو؟" کیا تم نے انگریز کو ملک سے نکال دیا ہے؟..... جاؤ میں آج بھی رنج و الم سے نڈھال ہوں اور جب تک انگریزی استبداد کا خاتمہ نہیں ہو جاتا' میرے جان و جگر ماتم کناں رہیں گے۔"

یہ آواز لگانے والے مولانا عبید اللہ سندھی تھے۔ جن کی دید کو حریت و آزادی کے سارے پیکر یہاں جمع تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھی ضلع سیالکوٹ کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۸۴ھ میں شاہ اسماعیل شہید کی کتاب تحفتہ الہند (تقویتہ الایمان) سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے دو سال بعد اظہار اسبا فرمایا۔ اس کے بعد آپ مشہور روحانی پیشوا سید العارفین

حضرت حافظ محمد صدیق بھرچونڈی کے ہاں سندھ تشریف لے گئے۔ ابھی اسلامی تعلیمات کے ابتدائی اثر کو چار سال کا عرصہ گزرا تھا کہ آپ مشہور روحانی اور انقلابی بستی دین پور (ضلع رحیم یار خان) تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے قطب الاقطاب خواجہ غلام محمد صاحب دین پوری کے پاس دینی کتب کی تعلیم شروع کی۔ مولانا عبید اللہ سندھی نے ۱۸۹۹ء کو دیوبند پہنچ کر شیخ الہند سے حدیث کی تعلیم مکمل کی۔ مولانا عبید اللہ فرمایا کرتے تھے۔

"شیخ الہند کی ملاقات کے بعد چند ہی دنوں میں میرے دل و دماغ نے نئی نئی تحریکوں کو جنم دیا۔ اس میں سب سے زیادہ دخل شاہ اسماعیل شہید کی سوانح عمری کے مطالعے کا تھا۔"

مولانا عبید اللہ سندھی بلا کے ذہین اور بے مثال حافظ کے مالک تھے۔ دہلی کا مشہور روزنامہ اتحاد ۱۲۔ مارچ ۱۹۳۸ء کے دور غلامی نمبر میں لکھتا ہے۔

"جب آپ تحریک ریشمی رومال کے لئے دوسری سلطنتوں میں پہنچے تو ایک ایک رات میں اس ملک کی زبان سیکھ کر دوسرے روز اسی زبان میں اپنا پروگرام پیش کیا کرتے تھے۔" خود آپ کے استاد حضرت شیخ الہند نے فرمایا۔

"میں نے عبید اللہ اور انور شاہ جیسا ہونہار شاگرد دیکھا نہ سنا۔"

آپ کے دل میں ابتدا ہی سے انگریز کے خلاف نفرت کے شدید جذبات بھڑک رہے تھے۔ تحصیل علم کے ۱۳ سال بعد آپ نے گوٹھ پیر جھنڈا (سندھ) میں ایک عظیم دار الاشاعت قائم کیا۔ مولانا سندھی نے ۱۹۱۷ء میں شیخ الہند کے حکم پر دار العلوم دیوبند میں نوجوانوں کی انقلابی اور سیاسی تنظیم جمعیۃ الانصاری کی بنیاد رکھی۔ اس طرح آپ نے خفیہ طور پر رضاکارانہ کی تربیت کا کام بھی

سرانجام دیا۔ یہ وہ دور تھا کہ انگریزی کے خلاف زبان کھولنے سے بڑوں بڑوں کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ ضرورت تھی کہ کوئی عالمگیر تحریک چلا کر سارے ایشیا سے برطانوی سامراج کا خاتمہ کر دے۔

چنانچہ شیخ الہند نے تحریک ریشمی رومال کی بنیاد رکھی۔ آپ کو تحریک کا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا۔ ۱۹۴۵ء کو تحریک ریشمی رومال کی غیر ملکی مہم کے سلسلے میں آپ افغانستان پہنچے ادھر برٹش گورنمنٹ نے آپ کی غیر معینہ مدت تک جلاوطنی کا اعلان کر دیا تھا۔ اس اثناء میں انہوں نے امیر حبیب اللہ خان سے تعلقات استوار کئے امیر امان اللہ سے مل کر کابل میں تحریک "ریشمی رومال کے رضاکار بھرتی کئے۔

بعد ازاں آپ ترکی روانہ ہو گئے آپ نے کچھ عرصہ وہاں گزارا' اس اثناء میں انہوں نے بڑے بڑے تعلیمی اداروں میں اسلام کے موضوع پر تقریریں کیں۔ بڑے بڑے روسی لیڈروں سے ایشیا کی آزادی کی صورت حال پر بات چیت کی روس کے دورے کے بعد مولانا عبید اللہ سندھی جرمن تشریف لے گئے۔ وہاں ایک عرصہ تک تحریک کے ممبر بنائے۔ بالا خر ادھر تحریک کا راز افشاں ہوا بانی تحریک شیخ الہند گرفتار ہو کر مالٹا میں نظر بند کر دیئے گئے۔ ان کی رہائی کے قریباً ۱۰ سال بعد جب شیخ الہند کا انتقال ہو چکا تھا آپ کو ہندوستان آنے کی اجازت ملی۔

جلاوطنی کے بعد آپ نے چند کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں الہام الرحمان بلند پایہ تفسیر ہے۔ اس تفسیر میں اسلام کی انقلابی دعوت کو نئے انداز میں پیش کیا گیا۔

ایک بات انتہائی افسوس کے ساتھ عرض ہے کہ آپ کی وفات کے طویل عرصہ بعد ولی اللہ اکیڈمی نے اس تفسیر میں بعض ایسی غلط باتیں منسوب کیں۔ جن سے مولانا عبید اللہ سندھی کے متعلق شکوک و شبہات غیر یقینی نہیں۔ حالانکہ آپ کی اسی تفسیر کا قلمی نسخہ ان زیادتیوں سے خالی ہے۔ ۱۹۴۴ء میں بستی دین پور پنجاب میں آپ کا انتقال ہوا۔

تحریک آزادی ہند کے نامور رہنما خلوص و عمل کے پیکر

حضرت مولانا سید محمد داوٗد غزنویؒ

انتہائی خوبصورت چہرہ، پرشکوہ جسامت، حسن ملامت اور جمال صباحت سے معمور، وجاہت سے منور سید محمد داوٗد غزنویؒ برصغیر کے ایک نہایت علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد حضرت مولانا عبدالجبار غزنویؒ اپنے عہد کی بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ غزنی سے ہجرت کر کے امرتسر میں آباد ہوئے تھے۔ مولانا داوٗد غزنوی نے صرف نحو اور تفسیر کی کتب اپنے والد سے پڑھیں اور فقہ و اصول فقہ مولانا محمد عبداللہ غازی پوری سے منطق کا علم مولانا سیف الرحمٰن کابلیؒ سے سیکھا۔ تحصیل علم کے بعد آپ مدرسہ غزنویہ امرتسر میں بطور معلم کام کرتے رہے۔ ۱۹۱۴ء میں جلیانوالہ کے خونیں ہنگامے نے آپ کے قلب و دماغ پر انتہائی گہرا اثر ڈالا، آپ کے احساسات میں آزادی کا جذبہ بیدار ہوا اور اس طرح آپ نے سیاسی زندگی میں پہلا قدم رکھا۔ تھوڑے عرصہ میں مولانا محمد داوٗد غزنویؒ کا شمار برصغیر کے بلند پایہ مجاہدوں میں ہونے لگا۔ آپ ایک علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے۔ تو دوسری طرف جرات استقلال کے عظیم پیکر تھے۔ موصوف ایک انتھک مجاہد اور بے لوث لیڈر کی حیثیت سے ہندوستان کے تمام حلقوں میں مقبول تھے۔ آپ مسلک اہل حدیث کے نامور راہنما تھے۔ سیاسی طور پر آپ نے امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری کی قیادت میں کام کا آغاز کیا۔ آپ کو اللہ کی طرف سے وسعت ظرفی، اعلیٰ اخلاق و کردار کا وافر حصہ عطا ہوا تھا۔ موصوف ہندوستانی قوم کو آزادی دلانے کے لئے بے تاب

رہتے تھے۔ ان کے ہاں فروعی اختلافات کو کوئی حیثیت حاصل نہ تھی۔ آپ کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ مسلمان قوم کو انگریزی غلامی زنجیروں سے نکالنا تھا۔ اس عظیم مقصد کے لئے انہوں نے زندگی میں بڑی بڑی صعوبتیں برداشت کیں۔ حضرت سید عطاءاللہ شاہ بخاری کی رفاقت نے آپ کی شخصیت میں ایسا نکھار پیدا کیا تھا کہ مسلمانوں کے تمام حلقے انہیں اپنا رہنما تسلیم کرتے تھے۔ حضرت شاہ جی کی قائم کردہ جماعت مجلس احرار الاسلام کے ایک عرصہ تک آپ ناظم اعلیٰ رہے۔ اس طرح آپ سیاسی طور پر جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر، کانگریس پنجاب کے صدر بھی رہے۔ لیکن جو تعلق اور محبت آپ کو مجلس احرار سے تھی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آتی۔

آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے جوانی کے دور میں ۱۲۔ سال انگریز کی جیل کاٹی۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا احمد علی لاہوریؒ سید عطاءاللہ شاہ بخاری، مولانا ظفر علی خاںؒ، حکیم اجمل خاںؒ، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا ثناءاللہ امرتسری، مفتی محمد حسنؒ جیسی ہندو پاک کی نادرہ روزگار ہستیوں کے ساتھ مل کر آپ نے آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ کئی کئی سال انہیں اکابرین کی معیت میں آپ نے زندانوں میں شب و روز گذارے۔

آخر میں پھر ایک موقع ایسا بھی آیا کہ آپ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ مسلم لیگ میں آپ کی شمولیت کو سب سے زیادہ شہ سرخیوں سے مولانا ظفر علی خاں کے روزنامہ زمیندار نے شائع کیا۔

مولانا محمد داؤد غزنوی فرقہ وارانہ ذہنیت سے بہت بلند تھے۔ ان کے سامنے آزادی ہند کا عظیم مقصد اور بنیادی نصب العین تھا۔ علماء دیوبند کے ساتھ ان کی محبت اور تعلق ایک مثالی حیثیت رکھتا تھا۔ تقسیم ملک کے بعد آپ مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تو بھی

آپ نے انگریزی قوانین کے خلاف زوردار آواز بلند کی ۱۹۵۱ء میں تمام مکاتب فکر کے متفقہ ۲۲ نکات کی ترتیب میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء میں آپ کا کردار مثالی تھا۔ شاہ سعود نے مدینہ یونیورسٹی کی مجلس مشاورت میں آپ کا نام لکھا۔

مولانا غزنوی کی سرپرستی میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی بنیاد رکھی گئی۔ آپ ولایت و ریاضت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ زندگی بھر آپ نے ظالم قوتوں کا مقابلہ کیا۔ بالآخر ایک طویل عرصہ تک افق ہند پر جگمگانے والا آفتاب ۱۲۔ دسمبر ۱۹۶۳ء بروز سوموار ساڑھے نو بجے غروب ہو گیا۔

مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ دہلوی

۱۲۹۲ھ ----- ۱۳۷۲ھ ۱۸۷۵ء ----- ۱۹۵۲ء

برصغیر کی تاریخ کے اوراق پر ایک مجاہد اور بے مثل فقیہ کا چہرہ روشن ہے۔ کردار تابناک اور اخلاق مینارہ نور ہے۔ مختصر جثہ، گھنی ڈاڑھی، بڑا سر، میانہ قد، سادہ مزاج، بے تکلف گفتگو وجیہہ صورت، یہ ہیں مفتی کفایت اللہ دہلوی۔

مولانا کفایت اللہ شاہ جہان پور (روہیل کھنڈ یوپی انڈیا) کے محلہ زئی میں ۱۲۹۲ھ کو عالم دنیا میں تشریف لائے۔ آپ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک کی ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا۔ اس کے بعد آپ اسی جگہ مولانا اعزاز حسن کے مدرسہ اعزازیہ میں کتب عربی کا درس پانے لگے۔

۱۵ برس کی عمر میں آپ حصول تعلیم کے لئے مدرسہ شاہی مراد آباد تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے مولانا عبدالعلی میرٹھی سے حدیث کی تعلیم شروع کی۔ جبکہ اس کی تکمیل ۱۸۹۷ء میں دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند محمود حسن کے یہاں عمل میں آئی۔

فراغت تعلیم کے بعد مولانا دہلوی کے مدرسہ عین العلم میں ۱۵۔ روپے ماہوار تنخواہ پر تدریس کا آغاز کیا۔ اس دوران موصوف نے قادیانیت کے خلاف ایک ماہوار رسالہ "البرہان" جاری کیا۔ آپ نے مدرسہ عین العلم کی تدریس کے ایام میں عیسائیوں اور آریہ سماج کے ساتھ دو مشہور مناظرے کر کے اسلام کی حقانیت کا لوہا منوایا۔

عیسائیوں کے ساتھ آپ کے مناظرے کے بعد سامعین کی ایک ٹولی کا قول ملاحظہ ہو۔

"تم نے دیکھا وہ دبلا پتلا اور سوکھا آدمی شیر کی طرح غراتا تھا اور اس

کی ہربات پرپادری صاحب کو پسینہ آجاتا تھا۔"

(مفتی اعظم کی یاد ص ۱۷۲)

۱۹۰۳ء میں مولانا کفایت اللہ دہلی منتقل ہو گئے۔ اس وقت آپ مولانا امین الدین کے مدرسہ امینیہ کے صدر مدرس مقرر ہو گئے اور آخر دم آپ اسی عہدہ پر فائز رہے۔

مولانا کفایت اللہ دہلوی ایک اعلیٰ درجے کے جید عالم' بے مثل حافظ' ذکاوت اور لازوال علم و فضل کی دولت سے مالا مال تھے۔ موصوف نے علمی کمالات میں ایسا شہرہ پایا کہ پورا ہندوستان ان کے علمی فتاوی اور مسائل احکام کی گہرائی پر عش عش کرتا تھا۔ آپ نے لاکھوں علمی فتاوی جاری کئے۔ آپ کو تاریخ ہند میں مفتی اعظم ہند کا لقب عطا ہوا۔

یگانہ روزگار اس عالم نے علمی خدمات کے ساتھ ساتھ انگریزی دور استبداد میں نہایت جرات و ہمت کے کئی شاہکار چھوڑے۔ آپ نے ۱۹۱۵ء میں سیاست کی خار دار وادی میں قدم رکھا۔ آپ نے کانگریس اور مسلم لیگ کے مشترکہ اجلاس میں شرکت کی۔ اس اجلاس میں مسٹر محمد علی جناح اور کانگریس کے دوسرے زعماء شریک ہوئے۔ "میثاق لکھنؤ" اسی اجلاس کی یادگار ہے۔

آپ کی سیاسی بصیرت کے متعلق موصوف کے استاد اور برصغیر کی تحریک آزادی کے سب سے عظیم قائد شیخ الہند محمود الحسن کا قول ہے۔

"بے شک تم لوگ سیاستدان ہو لیکن مولوی کفایت اللہ کا ذہن سیاست باز ہے۔" (بیس بڑے مسلمان ص ۴۲۶)

۱۹۱۸ء میں مفتی مولانا کفایت اللہ دہلوی بیشتر علماء کے ہمراہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

۱۹۱۹ء میں دہلی کی خلافت کانفرنس کے موقع پر برطانیہ کے جشن صلح کے بائیکاٹ کی تجویز پیش کی جسے

بالاتفاق منظور کر لیا گیا۔

اسی سال مفتی کفایت اللہ دہلوی نے برصغیر کے تمام علماء کو منظم طریقے سے انگریزی حکومت کے خلاف آمادہ کرنے کے لئے "جمعیتہ علماء ہند" کی بنیاد رکھی۔ پہلے اجلاس میں ۲۵ علماء شریک ہوئے۔ مفتی صاحب متفقہ صدر قرار پائے۔ ۱۹۳۸ء یعنی ۱۹ سال تک اسی عہدے پر فائز رہے۔

مفتی مولانا کفایت اللہ دہلوی نے برصغیر کی ہر سیاسی تحریک میں حصہ لیا۔ آپ نے رولٹ ایکٹ بل کے خلاف اٹھنے والی ستیہ گرہ کی تحریک ۱۹۲۲ء میں نام نہاد مصلح ہندو سوامی شردھانند کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔

۱۹۲۵ء میں موتمر عالم اسلامی کے ہندی وفد کی قیادت آپ نے کی۔ اس وفد نے عالم اسلام کے تمام علماء کی عظیم بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کی۔

مولانا کفایت اللہ دہلوی ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو انگریزی حکومت کے خلاف سول نافرمانی کے موقع پر پہلی مرتبہ گرفتار ہوئے۔

ایک سال کے بعد گول میز کانفرنس کی ناکامی کے بعد جب دوبارہ نافرمانی کی تحریک کا آغاز ہوا تو آپ پھر دھر لئے گئے۔ اس موقع پر آپ کو ۱۸ ماہ قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ آپ کو نیو سنٹرل جیل ملتان میں مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا داؤد غزنوی کے ہمراہ قید کیا گیا تھا۔

مفتی کفایت اللہ کے سوانح نگار کے مطابق آپ نے ملتان جیل میں بخاری شریف کا درس بھی دیا۔ اس عرصہ میں آپ کو کچھ عرصہ گجرات جیل میں بھی رکھا گیا۔

سوانح نگار لکھتا ہے۔

"حکومت برطانیہ نے آپ کو تحریک سے الگ رکھنے کے لئے ہر قسم کا دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ آخر میں وائسرائے کی کونسل نے آپ تک یہ پیغام پہنچایا۔"

"حکومت برطانیہ درخواست کرتی ہے کہ آپ سیاسی تحریکات سے کنارہ کش ہو جائیں۔ آپ کو بطور ہدیہ مدرسہ صفدر جنگ کی شاہی عمارت اور اس کا ملحقہ میدان پیش کرے گی۔"

"ہمارا مقصد یہ نہیں کہ آپ حکومت برطانیہ کی حمایت میں پروپیگنڈہ کریں بلکہ صرف یہ کہ آپ خاموش ہو جائیں۔"

مگر آپ کا جواب یہ تھا۔

"میں آزادی وطن کی تحریک میں ذاتی منفعت کے لئے شریک نہیں ہوا ہوں..... آپ کی پیش کش کا شکریہ..... مگر کوئی لالچ میرے ضمیر کی آواز کو دبا نہیں سکتا۔" (ایضاص ۲۲۲)

آپ ۱۹۳۸ء میں مصر کی موتمر فلسطین میں بطور قائد وفد شریک ہوئے۔ مفتی کفایت اللہ ایک پرہیزگار اعلیٰ درجہ کے متقی، عالم تھے۔ آپ نے عصر حاضر کی مشہور کتاب تعلیم الاسلام اور دیگر متعدد رسائل تصنیف کئے۔

۲۱۔ دسمبر ۱۹۵۲ء کو سیاست وولایت، علم و فضل کا یہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

یورپی ہتھکنڈوں کا آٹھواں دور اور امام راشد

سید حسین احمد مدنی

۱۸۷۹ء کی بات ہے۔ بانگر مئو ضلع اناؤ (بھارت کی چھوٹی سی بستی) میں عرب کی وادیوں تک ضیاء پاشیاں کرنے والا خاندان نبوت کا ایک چشم و چراغ پیدا ہوتا ہے۔۔۔۔ اس کے سعید بخت ماتھے سے ہدایت و کامرانی کا نور پھوٹ رہا تھا۔۔۔۔ ۱۳ سال کی عمر میں یہ بچہ دار العلوم دیوبند کے آغوش چلا جاتا ہے۔ یہاں جس جگہ اس ہونہار فرزند کا قیام عمل میں آیا۔ بالکل اس کے متصل شیخ الہند کا مکان تھا۔ گویا آئینہ شفاف کے مقابلے میں فیض اندوزی کا شیشہ آتشیں رکھ دیا جاتا ہے۔

یہاں فارسی کی کتابیں زیر درس رہیں۔ ایک ہی سال گزرا ہو گا کہ شیخ الہند نے اس لڑکے کا سبق اپنے پاس رکھ لیا۔ ابھی سے شیخ الہند کے گھر میں اس طالب کا آنا جانا ہو گیا۔۔۔ یہ بچہ تھا۔ حسین احمد مدنی' چنانچہ ۶ سال کے عرصہ میں آپ نے نحو' صرف' منطق' فلسفہ' فقہ' اصول' عروض' معانی' ادب اور اصول حدیث و تفسیر کی تمام کتب سے استفادہ کر لیا ساتویں سال آپ باقاعدہ شیخ الہند کے حلقہ حدیث میں شامل ہو گئے۔

۱۳۱۴ھ میں جب آپ ہدایت کے نظام سے مکمل طور پر فراغت حاصل کر چکے تو والد محترم سید حبیب اللہ کے حکم پر آپ نے سفر حجاز فرمایا۔۔۔ مولانا حسین احمد مدنی نے مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی میں درس حدیث کا آغاز کر دیا۔۔ تھوڑے ہی دنوں میں انہوں نے حیرت انگیز شہرت پائی اس اثناء میں سات سات سو علماء آپ کے درس میں شریک ہوئے۔

سید حسین احمد مدنی نے ۱۴۔ سال مسجد نبوی میں درس دیا۔۔۔ بعد ازاں آپ شیخ الہند کے

ہمراہ بغاوت کے جرم میں گرفتار ہو کر مالٹا کے سنگلاخ جزیرے میں بند کر دیئے گئے---

برطانوی گورنمنٹ کی اس نظر بندی نے چار سال کا طول کھینچا--- آپ ۱۹۱۹ء میں رہائی

کے بعد ہندوستان پہنچے---

اس کے بعد قریباً دس سال دار العلوم کلکتہ میں آپ نے حدیث رسول کا حلقہ جمایا۔ جب

علامہ انور شاہ کشمیری دار العلوم دیوبند سے ڈابھیل چلے گئے تو آپ ان کی جگہ شیخ الحدیث مقرر

ہوئے۔ وفات تک آپ نے اسی دار العلوم کی مسند کو اپنے علمی درس سے آراستہ رکھا۔

مولانا حسین احمد مدنی انگریزی گورنمنٹ کے بہت بڑے مخالفوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ

نے سات سال جیل کاٹی ساری عمر انگریزی استبداد کی مخالفت میں گزار دی۔

آپ کی زندگی کا سب سے اہم مقدمہ جو کراچی کی عدالت خالق دینا ہال میں منعقد ہوا۔ وہ

رہتی دنیا تک آزادی کے علمبرداوں کے لئے نشان راہ ہے۔ اس مقدمہ کی بنیاد وہ فتوی تھا۔ جو

مولانا حسین احمد مدنی نے ہندوستانی فوج کے نام جاری کیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

"انگریزی فوج میں بھرتی ہونا، اس کی حمایت میں لڑنا، اس کی

ترغیب دینا سب ازروئے شریعت حرام ہے۔"

انگریزی حکومت میں اس فتوی نے تہلکہ مچادیا تھا اور قریب تھا کہ پورا ہندوستان بغاوت

پر اتر آئے۔ کراچی کی مذکورہ عدالت میں جب اس فتوی کے خلاف آپ پر مقدمہ چلا تو پانچ سو علماء

کے اجتماع میں انگریز جج مولانا حسین احمد مدنی سے فتوی سے متعلق استفسار کرنے لگا۔ مولانا حسین

احمد نے نہایت جرات اور بے مثال حق گوئی سے فرمایا۔

"فتوی میں نے دیا ہے اور جب تک میری رگوں میں خون دوڑتا

رہے گا اس وقت تک اس کی اشاعت اور صداقت کا اعلان جاری رہے

گا۔"

مولانا محمد علی جوہر جو وہاں موجود تھے۔ بے ساختہ اٹھے اور مولانا حسین احمد مدنی کے قدم چوم لئے انہوں نے کہا۔۔۔ خدارا آپ بیان بدل دیں ورنہ پھانسی کی سزا ہو گی اور اس وقت سارے ملک کو آپ کی ضرورت ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی نے جواب دیا۔

"اے جوہر۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر بیان بدلا تو ایمان بدل جائے گا۔ بس پھر کیا تھا۔ سارا ہال فرط عقیدت میں بے خود ہوئے جاتا ہے۔ چند دنوں بعد کراچی کی خلافت کانفرنس میں مولانا حسین احمد نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہید ناز کی تربت کہاں ہے

یہ وہ موقع تھا جب مولانا کے لئے عدالت سے پھانسی کا حکم صادر ہونے والا تھا۔ اس کے بعد ڈیرہ غازی خان کے ایک اجتماع میں آپ نے انگریز کو خطاب کر کے فرمایا۔

کھلونا سمجھ کر نہ برباد کرنا
ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں
فرنگی کی فوجوں میں حرمت کے فتوے
سردار چڑھ کر بھی گائے ہوئے ہیں
شجر آزادی کو خون دے کے سینچا
کہ پھل اس کے چکھنے کو آئے ہوئے ہیں

مولانا سید حسین احمد مدنی ایک بلند پایہ عالم دین اور قرون اولیٰ کے بہادر علماء کی یادگار تھے۔ انہوں نے پاکستان کی تجویز کی مخالفت کی مگر یہ سب کچھ نیک نیتی سے تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے اگر

ملک تقسیم ہی کرنا ہے تو دو حصے بنانے سے بالآخر نقصان ہو گا۔ ایک ہی بڑا حصہ بنالیا جائے۔ ورنہ جب مشرقی حصہ کے مسلمانوں پر تکلیف آئی تو مغربی حصہ کو الگ امداد کو نہ پہنچ سکیں گے اور جب مغربی حصہ کے لوگوں پر کوئی آفت پڑی تو مشرقی ملک کے افراد کمک نہ پہنچا سکیں گے۔۔۔۔۔ ان کا اعلان تھا کہ ہم تقسیم ملک کے مخالف نہیں بلکہ تقسیم مسلم کے مخالف ہیں کیونکہ انگریز مسلمانوں کو تین حصوں میں تقسیم کر رہا ہے۔

بالآخر جب پاکستان بن گیا تو مولانا حسین احمد مدنی نے اپنے عقیدت مندوں کو حکم نامہ بھیجا کہ

> "پاکستان کی مثال اس مسجد کی سی ہے جس کی جگہ کے لئے تعمیر سے پہلے اختلاف پیدا ہو جائے اور جب وہ مسجد تعمیر ہو جاتی ہے تو سب مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کی ترقی اور حفاظت کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ للذا میرا یہ پیغام احباب تک پہنچا دیں کہ پاکستان کی سالمیت واستحکام کے لئے ہر ممکن کوشاں رہیں۔"

قومیت کے مسئلہ پر علامہ اقبال نے ان سے اختلاف کیا اور کئی شعر آپ کے خلاف کہہ دیئے لیکن جب علامہ طالوت کی وساطت سے مولانا حسین احمد مدنی کا صحیح موقف علامہ مرحوم تک پہنچا تو انہوں نے معذرت نامہ بھی روانہ کیا۔ جو ۲۸۔ مارچ ۱۹۳۸ء کے روزنامہ "احسان" لاہور میں شائع ہوا۔

سید حسین احمد مدنی کو اپنی قوم سے اس قدر محبت تھی کہ انہوں نے ہمیشہ اپنے ملک کی صنعت کا کھدر پہنا اور دوسروں کو اس کی ترغیب دی۔ آپ کا اعلان تھا میں وہ جنازہ ہرگز نہ پڑھاؤں گا جس کا کفن ہندوستانی کھدر کا نہ ہو۔۔۔۔ اور وہ نکاح نہ پڑھاؤں گا جس میں لڑکی کی

طرف سے جیز فاطمی نہ ہو---- آپ نے ساری زندگی برٹش گورنمنٹ کے خلاف جہاد کیا----

مولانا حسین احمد مدنی نے ۶۲ سال تک علم وفضل کے موتی بکھیرے جس سے پاک وہند کے علاوہ حجاز تک کے تشنگان علوم نے استفادہ کیا' ایک اندازہ کے مطابق ۴۰ ہزار علماء نے ان سے استفادہ کیا۔ آپ نے ۱۶۷ خلفاء پیدا کئے تصوف وسلوک میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ مولانا حسین احمد مدنی ایک عرصہ تک جمعیتہ الاسلام ہند کے صدر رہے۔ انہوں نے ۴۰ سے زائد چھوٹی بڑی تصنیفات ورثہ میں چھوڑی ہیں۔ مولانا حسین احمد مدنی سنت رسول کے بے مثال عاشق تھے۔ آپ کی زندگی کا ہر عمل سنت کے مطابق ہوتا تھا۔

CamScanner

آزادی

ھند کے محل کی تعمیر میں گارے
کی جگہ میرا خون اور اینٹوں کی جگہ
میری ہڈیاں کام آجائیں تو اس سے
بڑی کیا سعادت ہو گی

امام الھند
مولانا ابوالکلام آزاد

امام الہند

مولانا ابو الکلام آزاد

ایک ایسے محسن کو جس کے قلم کے جادو نے آسودہ خواب قوم کو غفلت سے جگایا اور بہادری کے لازوال نقوش چھوڑ گیا۔۔۔ تاریخ کے اوراق کیونکر بھلا سکتے ہیں۔۔۔۔

ایک زعیم ملت کو جس کی سچائی اور ذہانت نے ساری دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ ہمارا وجدان کیسے فراموش کر سکتا ہے۔۔۔ اسی شخصیت کا نام ابو الکلام آزاد ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد ہندوستان کے نامور لیڈروں میں سے ہیں اور ان کا کردار آزادی کے مورخین نے آب زر سے لکھا ہے۔ ان کے لائحہ عمل سے اختلاف کرنے والے بہت سے پیدا ہوئے مگر ان کی خداداد لیاقت کا سکہ غیر مسلموں کو بھی ماننا پڑا۔

مولانا ابو الکلام آزاد ۱۸۸۸ء کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ وادی گنگ و جمن کے امام کا مسکن و مولد وہی زمین بنی جہاں سے انسانیت کے سب سے بڑے محسن نے جنم لیا تھا اور جس کی عصمت کا ایک سرا عصمت ابراہیمؑ و خلیلؑ سے ملتا ہے اور دوسرا سرا بلندی فکر و خیال کے آخری زاویہ تک پہنچتا ہے۔ سات برس کی عمر میں مولانا ابو الکلام آزاد نے اپنے والد کے ہمراہ ہندوستان ہجرت کی آپ کا اصل نام محی الدین احمد تھا۔ آپ نے قرآن کی تعلیم اپنی خالہ سے حاصل کی۔۔۔۔ اور مشرقی علوم کا پورا حصہ اپنے والد سے سیکھا بچپن ہی سے مولانا آزاد کو مطالعہ کا انتہائی شوق تھا۔ کتاب بینی ان کا عزیز ترین مشغلہ تھا۔ مطالعاتی ذوق کے ساتھ ساتھ آپ کو شاعری سے بہت لگاؤ تھا۔ قوت گویائی اور بیان میں ابتدا ہی سے آپ ماہر سمجھے جاتے تھے۔۔۔

زبان دانی کے اعتبار سے ترکی' فارسی' عربی' اردو اور انگریزی پر مکمل دسترس تھی---لائڈ جارج جیسا متعصب انگریز ان کی صحافت اور تحریر کی شگفتگی پر داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں۔

"انداز تحریر جو مولانا ابو الکلام آزاد کا ہے میری رائے میں بالکل نیا اور منفرد ہے۔"

جونہی مولانا ابو الکلام آزاد نے چند رسائل' نیرنگ عالم" اخبار وکیل' الندوہ وغیرہ میں اپنے جادو اثر مضامین بھیجنا شروع کئے اردو زبان میں جان آگئی۔

آپ کا سب سے پہلا مستقل ہفت روزہ "الہلال" تھا۔ جس کے ساتھ ہی وہ سیاست ہند میں عملی طور پر شامل ہو گئے۔ یہ اخبار کیا تھا ایک جنگل کی آگ تھی۔ جو بڑی تیزی سے پھیلتی جا رہی تھی۔ بلقان اور طرابلس کے خونخوار واقعات کا نقشہ جب اس اخبار نے اتارا تو ہر پڑھنے والا غضب آلود ہو کر انگریز کا دشمن بن جاتا۔ چند ہفتوں کے بعد جب برٹش گورنمنٹ کو بغاوت کا خطرہ ہوا تو یہ اخبار مولانا آزاد سمیت زیر عتاب آگیا---یہ قصہ ۱۹۱۲ء کا ہے۔ آزادی صحافت میں اگر کسی شخص کے ضمیر کو سرمائے کی جھنکار خرید نہ سکی تو وہ مولانا ابو الکلام آزاد کی ذات گرامی تھی۔ "الہلال" کے متعلق شیخ الہند نے فرمایا۔

"ہمیں ایک نوجوان جس کو ابو الکلام کہا جاتا ہے کے زور قلم نے آزادی کا نیا لہجہ دیا ہے---- یہ ایک ایسا کام ہے جو بڑی بڑی جماعتوں سے ممکن نہیں۔"---

کچھ عرصہ بعد مولانا آزاد نے البلاغ جاری کیا جو ۱۹۲۱ء کو بندش کے قفس میں جکڑا گیا۔ اس

CS CamScanner

کے بعد انہوں نے پیغام جاری کیا۔ ۱۹۲۷ء میں دوبارہ "الہلال" جاری کیا گیا۔ تو اب بھی اس کا خرمن حیات حکومت کی نگاہ کرم نے پھونک ڈالا۔ بالا خر اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی میں سینکڑوں موڑ آئے مگر کوئی موقع ایسا سامنے نہیں آیا کہ اپنی پالیسی سے ایک قدم پیچھے ہٹے ہوں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ہندوستان کی آزادی کے لئے بے مثال کارنامے سرانجام دیئے۔ آپ کو حق گوئی اور آزادانہ تحریر کے جرم میں بنگال سے جلاوطن کردیا گیا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ان کو رانچی کے دور افتادہ علاقوں میں نظربند کر کے حق کی آواز دبانے کی کوشش کی گئی۔ ۱۹۲۱ء میں جب تحریک خلافت کا زمانہ شباب تھا تو آپ نے ملک کے کونے کونے میں خلافت عثمانیہ کے تحفظ اور جلیانوالہ باغ کے حادثہ پر اثر انگیز تقریریں کیں۔ چنانچہ ہندولیڈر (مسٹر گاندھی کو اقرار کرنا پڑا۔)

تحریک خلافت کی بدولت ہندوستان کی آزادی کا سویا ہوا جذبہ اس قوت سے جاگ اٹھا کہ آج اس کا غلغلہ دنیا میں بپا ہے۔"

مولانا ابوالکلام آزاد کی خطابت کا یہ حال تھا کہ آل پارٹیز کانفرنس کے ایک جلسہ میں دو سو مخالفین ان کو قتل کرنے آئے تھے۔۔۔۔ جونہی مولانا ابوالکلام آزاد نے تقریر شروع کی وہی تماشائی غنڈے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے الفاظ تیرونشتر کی طرح ان پر برس رہے تھے۔ ایک دوسرے مقام کا واقعہ ہے کہ چند مخالفوں نے مولانا آزاد کو لکھا۔ آپ ہمارے یہاں مجوزہ جلسہ میں شرکت نہ کریں ورنہ موت کی وادی میں پہنچا دیا جائے گا۔ جواب میں مولانا لکھتے ہیں۔

"اس سے پہلے میرا آنے کا پروگرام غیر یقینی تھا۔ اب یاد رکھئے فلاں گاڑی پر فلاں وقت بغیر کسی محافظ کے تن تنہا اسٹیشن پہنچوں گا۔ جس

کی طاقت ہو مجھے روک دکھائے۔"

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے خون سے آزادی ہند کی تاریخ رقم کی۔

ایک مرتبہ جیل میں جب ان سے کہا گیا کہ آپ کی اہلیہ سخت علیل ہیں۔ آخری ملاقات کی درخواست بھیجدو تو آپ نے تلملا کر فرمایا۔

میں انگریز کے سامنے اپنی ذات سے متعلق کوئی سوال بھیجنا نہیں

چاہتا"

چند روز بعد جب اہلیہ کا انتقال ہو گیا تو فرمایا۔۔۔

"چلو روز محشر کو ملاقات ہو جائے گی۔"

ایک عرصہ تک مولانا ابوالکلام آزاد ہندو مسلم کی متحدہ جماعت آل انڈیا کانگرس کے صدر بھی رہے۔ آپ نے سائمن کمیشن' آل انڈیا پارٹیز کانفرنس' شملہ کانفرنس' ہندوستان چھوڑدو کی تحریک' اور پارلیمانی مشن میں ہر جگہ ہندوستان سے انگریزی استبداد کے خاتمہ کے لئے جدوجہد کی۔ تقسیم ملک کے بعد ایک عرصہ تک آپ ہندوستان کے وزیر تعلیم بھی رہے۔ انہوں نے ضمیر کی آزادی' حق گوئی اور بے مثال جرات کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔۔۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے آٹھ سال تک جیل کی زندگی گزاری۔ آپ نے آزادی ہند کی خاطر سینکڑوں کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کی کتابوں میں تفسیر ترجمان القرآن ایک عظیم المرتبت تفسیر ہے۔ جس میں ادبیت وانشا اور تحقیق کا خاص اسلوب وضع کیا گیا ہے۔

مجاھد ملت، عظیم لیڈر

مولانا محمد علی جوہر

۱۳۳۹ھ --------- ۱۹۳۱ء

"میں اب واپس ہندوستان نہیں جاؤں گا یا پھر میرے وطن کو آزادی کا زیور پہنا دیا جائے ورنہ میں اپنی موت تک آزادی کی جنگ لڑوں گا اور سات سمندر پار برطانیہ کی اسی زمین سے میرا جنازہ اٹھے گا۔"

آزادی ہند کے جس مجاہد کی زبان سے یہ الفاظ نکلے وہی تھے۔ "مولانا محمد علی جوہر" انگریزی غلامی سے شدید نفرت اور آزادی وطن کا ایمان افروز جذبہ مولانا جوہر کے جان و جگر میں رچ بس گیا تھا۔ آپ جہاں علوم اسلامیہ کے امین تھے۔ وہیں آپ نے انگریزی علوم میں بھی منفرد مقام پایا تھا۔ اس سلسلے میں برطانیہ کے ایک انگریزی کمیشن کے سامنے آپ کی ۱۴ گھنٹے کی انگریزی زبان کی تقریر شاہد عدل ہے۔

آکسفورڈ یونیورسٹی کی آخری تعلیم کے بعد ہندوستان آتے ہی آپ نے انگریزی ہفت روزہ "کامریڈ" جاری کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ جریدہ عوام میں مقبول ہو گیا۔ بیشتر دفعہ اس رسالہ کو انگریزی عتاب کا نشانہ بننا پڑا۔ تاہم یہ عزم و استقلال کا کوہ گراں ثابت ہوا۔

ایک موقع پر "کامریڈ" کی بندش کے بعد آپ نے ایک دوسرا انگریزی ہفت روز "گپ" جاری کیا۔

کچھ عرصہ بعد آپ کو ولی عہد کا پرسنل اسسٹنٹ مقرر کیا گیا مگر جلد ہی انگریز دشمنی رنگ لائی اور آپ علیحدہ ہو گئے۔

اس کے بعد مولانا محمد علی جوہر آخر دم تک جامعہ ملیہ کے ساتھ وابستہ رہے۔ مولانا جوہر نے آزادی ہند کی خاطر ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ موصوف تحریک خلافت کے بانی لیڈروں میں سے تھے۔ آپ نے حضرت شیخ الہند محمود الحسن اور مولانا ابوالکلام آزاد کی معیت میں برصغیر کے کونے کونے میں برطانوی سامراج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔

۱۹۱۳ء میں بلقان کی جنگ کے موقع پر ایک وفد میں ایک سربراہ کی حیثیت سے آپ بلقان تشریف لے گئے۔ ۱۹۱۴ء میں لندن ٹائمز نے مسلمانوں کی ہتک عزت کا مضمون شائع کیا تو مولانا موصوف نے ہفت روزہ "ہمدرد دہلی اور کامریڈ" میں قلم کی ایسی جولانیاں دکھائیں کہ انگریز نگار کو جان چھڑانا مشکل ہو گیا۔ اس موقعہ پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور ۱۹۱۷ء میں آپ کو رہائی ملی۔ مولانا جوہر نے برصغیر کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ آپ ایک وجیہہ صورت نیک سیرت، مہمان نواز، علم دوست، بے باک، حق گو اور اخلاق و کردار کی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ مولانا جوہر نے اپنے ایک ہفت روزہ "نقیب ہمدرد" میں انگریزی زلہ خواروں اور سامراجی گماشتوں کو ناک چنے چبوا دیئے۔

مولانا محمد علی جوہر کے مجاہدانہ کارناموں میں آپ کا وہ کردار شامل ہے۔ جو ہنگامہ کانپور کے موقع پر آپ نے پیش کیا۔ اسی سلسلے میں کانپور کی ایک مسجد کی جزوی شہادت کا واقعہ پیش آیا اور کئی مسلمان شہید ہوئے تو آپ نے انگلستان کا سفر کیا۔ وہاں وائسرائے ہند کے خلاف متعدد تقاریر کیں اور شہداء کو معاوضہ دلانے کے ساتھ ساتھ کانپور کے مسلمانوں کے تمام مطالبات بھی منوائے۔

آپ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کے پیش نظر ۱۹۲۶ء کو سلطان ابن سعود کی طرف سے بلائی جانے والی موتمر عالم اسلامی میں شریک ہوئے۔ تاریخ ہند کے اوراق پر محمد علی جوہر کا نام درخشاں نظر آتا ہے۔ آپ کی اعلیٰ خدمات میں خلافت کانفرنس میں حصہ 'آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت' سائمن کمیشن کے موقع پر جرات مندی' نہرو رپورٹ میں عالمی کردار' سارداا ایکٹ کی مخالفت قابل ذکر ہیں۔

آپ ۱۹۳۱ء میں لندن میں فوت ہو کر بیت المقدس میں مدفون ہوئے۔

اللہ کو عبادت سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطاعت سے

اور

مخلوق کو خدمت سے خوش رکھو

از: شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

شیخ التفسیر قطب الاقطاب

مولانا احمد علی لاہوریؒ

پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ خون کے فوارے چھوٹ رہے ہیں مگر ایک آدمی سب تکالیف کے باوجود قرآن عظیم کا درس دے رہا ہے۔ حیرت ہے کہ اس کے استقلال میں کوئی فرق نہیں آتا' اور بلا تامل اپنے کام میں مگن ہے۔ یہی ہستی مولانا احمد علی لاہوری کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے چالیس سال تک شیرانوالہ مسجد لاہور میں قرآن کا درس دیا۔ مولانا احمد علی لاہوری ۱۸۸۷ء کو جلال آباد نامی قصبہ ضلع گوجرانوالہ (پنجاب) کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی عصمت ماب والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔۔۔۔ کچھ عرصہ گزرا تو مولانا عبید اللہ سندھی اس قصبہ میں تشریف لائے تو والد موصوف نے آپ کو امام انقلاب کے سپرد کر دیا۔ ابھی سے سوز و تپش اور تب و تاب کی بنا ڈالی جا رہی ہے۔

اس کے بعد آپ مشہور پیشوا حضرت خواجہ غلام محمد صاحب دین پوری کے آستانہ ولایت پر پہنچے۔ ایک عرصہ تک یہاں مقیم رہنے کے بعد وہ درگاہ امروٹ میں مولانا تاج محمود کے پاس پہنچتے ہیں۔۔۔ مولانا عبید اللہ سندھی اپنی صاحبزادی سے شادی کر دیتے ہیں۔ دار الارشاد گوٹھ پیر جھنڈا سے فراغت کے بعد آپ شاہ ولی اللہ کے مشن کے علمبردار ادارہ نظارۃ المعارف دہلی سے منسلک ہو گئے۔

جب مولانا عبید اللہ سندھی تحریک ہجرت اور ریشمی رومال میں کابل گئے تو مولانا احمد علی نے ان کے مذکورہ مشن کی باگ ڈور سنبھالی۔ یہاں آپ صبح و شام فلسفہ قرآن پر درس دیتے انگریز اور

اس کے حواریوں کے خلاف نفرت کا بیج بوتے، کوئی ۱۹۱۶ء کی بات ہے کہ آپ درس دے رہے تھے کہ گوراپولیس آدھمکی۔ آپ کو پابجولاں سوئے زندان لے جایا گیا۔ جرم ---- غداری کا جرم تھا ---- صرف یہ کہ آپ کو مولانا عبید اللہ سندھی کے خطوط آتے ہیں۔ آپ ان کی تحریک کے ممبر ہیں۔ یہاں یہی مشن آپ نے شروع کیا ہے۔ ہتھکڑیوں کے زیور سے آراستہ مولانا احمد علی دہلی سے شملہ لائے گئے۔

مجسٹریٹ کے روبرو پیش کئے گئے ---- اس نے سوال و جواب کے بعد ملزم کو جیل بھیجنے کا حکم دیا۔ ایک عرصہ تک یہ مجاہد اس جیل میں رکھا گیا۔ آخر پولیس کے سخت پہرے میں آپ لاہور لائے گئے۔ پاؤں میں بیڑیاں ہاتھوں میں زنجیریں اور گلے میں آہنی طوق ڈالا ہوا ہے۔ امرت دھارا تک شان سکندری رکھنے والے مجاہد کو پیدل لایا جاتا ہے۔ آپ پولیس افسر کی عدالت میں پیش کئے گئے حکم ہوا کہ اسے نولکھا جیل میں نظر بند کر دیا جائے۔ یہیں سے آپ کو جالندھر جیل لایا گیا۔ ہردم تکالیف و مصائب سے آپ کو انگریز دشمنی سے ہٹانے کی کوشش کی گئی مگر جس انگریز نے مسلمان قوم کو غلامی کی لعنت میں جکڑ رکھا تھا۔ کس طرح اس کی نفرت اس حریت مند انسان کے جگر سے فرو کی جا سکتی تھی۔ مولانا احمد علی کے متعلق دہلی کا ایک روزنامہ رقم طراز ہے۔

> "مولانا احمد علی لاہوری اس قدر انگریز کی نگاہ میں کھٹکتے تھے کہ ایک مرتبہ جیل میں انہیں برف کی سلوں پر لٹایا گیا۔ مگر ان کی زبان سے صرف یہ ہی کلمہ سنا گیا۔ "برف کے تودوں سے جسم ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے مگر ایمان کی چنگاری میں کوئی فرق نہیں آیا۔"

مولانا احمد علی رہائی کے بعد لاہور تشریف لائے انگریز نے باہر جانے پر پابندی لگا دی آپ نے یہیں مستقل اقامت فرمائی۔ جب آپ نے پہلی دفعہ شیرانوالہ میں درس قرآن دیا تو ہندو

پتھروں کی بارش کر رہے تھے۔ مولانا احمد علی لاہوری نے ۴۰ برس اسی جگہ قرآن کی تفسیر پڑھائی ایک وقت تھا کہ کوئی انسان یہاں آپ کا حامی نہ تھا۔ مگر جب جنازہ اٹھا تو اڑھائی لاکھ انسان رو رہے تھے۔ دراصل یہی لوگ دلوں پر حاکم تھے۔ مولانا لاہوری نے ساری عمر انگریز اور اس کے حاشیہ نشینوں کے خلاف جہاد کیا۔ پاکستان بننے کے بعد بانی پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانی کی تنظیم جمعیتہ علماء اسلام میں شامل ہو گئے۔ اس اثناء میں آپ نے ہر ظالم حکومت کے خلاف آواز اٹھائی۔ ہتھکڑیاں پہنیں، جیلوں میں گئے، ہر جگہ اسلامی شعار کی تبلیغ کی صحیح معنی میں توحید و سنت کا پیغام دنیا تک پہنچایا۔

آپ ایک عرصہ تک جمعیتہ علماء اسلام کل پاکستان کے امیر بھی رہے آپ نے ایک قرآن کا مقبول عام ترجمہ بھی لکھا۔ چھوٹے چھوٹے رسالوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ آپ کی تبلیغی خدمات میں ہفت روزہ خدام الدین آج تک ساری دنیا میں حق گوئی کا شاہکار ہے۔

السید جمال عبدالناصر

ایک آدمی کے سامنے سارا یورپ گھٹنے ٹیک رہا ہے مگر وہ عزم وثبات کا پیکر اور استقلال و امتزاج کا زینہ ہے۔ اسے کوئی طاقت اپنے مشن سے روک نہیں سکتی۔ امریکہ، برطانیہ کے سربراہ اس کے قدموں پر سر رکھتے ہیں کہ کسی طرح وہ سویز کی نہر کا راستہ چھوڑ دے اور ہماری حکومتیں دوسرے راستوں کے طویل سفر خرچ سے خالی رہیں۔ یہاں معاملہ بڑا نازک تھا۔ اگر تھوڑی لچک رکھنے والا دماغ بھی یہاں ہوتا تو ساری انسانیت کے قاتل یورپی سامراج کی سیاست غلبہ کر لیتی۔ مگر یہ انسان جمال ناصر تھا۔ آپ مصر کے صوبہ الیسط کے ایک گاؤں بنی حر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جمال ناصر ۱۵۔ جنوری ۱۹۱۸ء کو اسکندریہ میں پیدا ہوئے۔ بحیرہ کے ایک گاؤں قطالبہ میں جمال نے پرورش پائی۔ قطالبہ کی بستی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد آپ قاہرہ کے تحسیس پرائمری سکول میں داخل ہو گئے۔ پرائمری سکول کے بعد وہ حلوان سیکنڈری سکول سے منسلک ہو گئے۔ ایک عرصہ تک آپ رائس الطین سکول میں بھی زیر تعلیم رہے یہ زمانہ ان کی سیاسی نشوونما کا ابتدائی دور تھا۔ جمال ایک جگہ اس دور کے متعلق رقم طراز ہیں۔[1]

"مجھے وہ وقت یاد ہے جب میں نے حاکمیت سے پہلی ٹکر لی تھی۔ اسکندریہ کے چوک سے گزر رہا تھا کہ انگریزی پولیس اور مصری طلباء میں لڑائی ہوئی اس کی پاداش میں مجھے بھی جیل جانا پڑا۔ جب میں رہا ہوا تو میرا خون غم و غصہ سے کھول رہا تھا۔ میں پوری طرح حکومت کے خلاف تھا۔ بچپن کے حالات کے باوجود میرا دل پکار رہا تھا کہ میرا ملک آزادی کی جدوجہد کر رہا ہے مجھے اس میں حصہ لینا چاہیے۔" (آزادی انقلاب کا ہیرو)

چنانچہ راس الطین کے استادوں نے جمال کی باغیانہ سرگرمیوں کو شدت سے محسوس کیا۔

---

[1] ۔ اس دور میں مصر بھی برطانوی سامراج کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔

بالآخر اس سے نکل الندہ سیکنڈری سکول میں داخل ہو گئے۔ یہاں بھی انقلابی ذہن نہ بدلا اور سامراج کے خلاف اپنی سرگرمیوں کی پوری کوشش جاری رکھی۔ انہوں نے ہر اس مظاہرہ میں شرکت کی جو سامراج کے خلاف تھا۔ اس اثناء میں آپ نے بڑے بڑے مظاہروں کی قیادت کی ان کا نعرہ تھا۔ "ہم آزادی چاہتے ہیں، ہم آزاد ہو کر رہیں گے۔" اس دور میں سپاہیوں کی لاٹھی کا ایک نشان جمال کے سر پر پڑا۔ مرتے دم تک جس کا نشان باقی رہا۔ ۱۹۳۶ء میں سیکنڈری سکول کا امتحان پاس کرنے کے بعد ملٹری اکیڈمی میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۳۸ء میں آپ لیفٹیننٹ کی حیثیت سے نکلے۔ اس کے بعد وہ عبدالحکیم عامر سے ملے۔ یہ مسلح افواج کے سربراہ تھے۔ ۱۹۴۲ء کا سال ان کی زندگی کا اہم موڑ تھا۔ اسی سال نوجوان فوجی افسروں نے ایک انقلابی تحریک کی بنیاد ڈالی۔ مجاہد بے باک جمال نے اسی سال برطانیہ نواز شاہ فاروق کے محل کو گھیرے میں لے لیا۔ آپ نے ۱۹۴۵ء میں آزادی پسند فوجی افسروں کی تحریک (فری آفیسرز موومنٹ) شروع کی۔ اسی تحریک نے مصر کو آزادی کی دولت بخشی۔ ۱۹۴۲ء کا ہنگامہ اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے فرو ہو گیا تھا مگر اس کی چنگاری ۱۹۴۸ء میں پھر بھڑک اٹھی اور شعلہ بن گئی۔ فلسطین کی جنگ نے اہل مصر کے دلوں کو غیظ و غضب سے بھر دیا۔ دریاؤں کا رخ موڑنے والا ناصر موت کو ہتھیلی پہ لئے میدان میں نکلتا ہے۔ چنانچہ مصری حکومت نے سامراجی نمک خوار اسرائیل کے خلاف اعلان کر دیا کہ ایک فوجی افسر کی حیثیت سے جمال اس میں شریک ہوئے صدر ناصر لکھتے ہیں۔

"حکومت نے ہماری سرگرمیوں سے مجبور ہو کر اسرائیل پر حملہ کیا مگر یہ قدم سامراجی سازشوں کی لپیٹ میں آگیا۔ اس وقت سے نہ ہی عرب فوجوں میں کوئی جاندار قیادت تھی نہ ہی کامل اتحاد، جنگ کا طبل بج رہا تھا اور ادھر شاہ فاروق کے غسل خانے تعمیر ہو رہے تھے۔ آخر اقوام

متحدہ نے مداخلت کر کے جنگ بندی کر دی۔"

اس معرکہ کے بعد جمال نے فیصلہ کر لیا کہ اب شاہی خاندان پر فیصلہ کن وار ہو گا۔ اس مقصد کے لئے ۱۹۵۱ء میں جمال کے چھاپہ مار دستے کینال زون میں برطانوی اڈوں کو سرے سے مٹانے کے لئے میدان میں اترے۔ ۱۹۵۲ء میں شاہ فاروق کو انگریز دوستی سے دست بردار ہو کر جب آخری وار کیا تو ۲۳۔ جولائی کی صبح حریت کی دولت نایاب لے آئی۔ راتوں رات شاہ کو معزول کر کے خود اقتدار سنبھالا اور آنے والے سامراجی استبداد کے استیصال کی عملی جدوجہد کا اعلان کر دیا۔ جمال ناصر نے برطانیہ کو دربار مصر سے نکال دیا۔ ۱۹۵۲ء کو انہوں نے نہر سویز کو قومی ملکیت میں لے لیا۔ "ناصر مرحوم کی خواہش تھی مغربی بلاک کے مقابلے میں مشرقی بلاک قائم کیا جائے مگر سامراجی گماشتوں نے ان کا ساتھ نہ دیا وہ لکھتے ہیں۔

"دنیا کے کروڑوں مسلمان ایک مرکز کے گرد جمع ہو جائیں تو وہ اپنے ملکی مفادات کو مجروح کئے بغیر عالم اسلام کو ایک غیر محدود قوت عطا کر سکتے ہیں۔ جمال ناصر نے بڑی جاندہی سے انگریز کا مقابلہ کیا۔ نہر سویز کے مسئلے میں سامراج کے گھٹنے ٹیک دیئے۔ مصر اسرائیل ۶۷ء کی جنگ میں جب شکست ہوئی تو وہ مستعفی ہو گئے۔ مگر ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ سارا ملک استعفٰی کے خلاف احتجاج کر رہا تھا۔ جمال ناصر قرآن کے حافظ اور سچے مسلمان سیاستدان تھے۔ انہوں نے اسلام کے خلاف اٹھنے والی سازش کا قلع قمع کیا۔ قرآن کے خلاف اسرائیلی تحریک میں سات لاکھ قرآن کے نسخے اعلیٰ طباعت پر ساری دنیا میں مفت تقسیم کئے۔ ایک ریڈیو اسٹیشن صرف قرآن کی تلاوت کے لئے مخصوص کرد۔ ۶۸ء کے آخر

میں جب جمال ناصر کا انتقال ہوا تو پوری دنیا کے مسلمان ۹ لاکھ کی تعداد میں جنازے میں شریک ہوئے۔"

صدر ناصر ایک زندہ دل' سادہ مزاج' سامراج دشمن اور بہادر انسان تھا۔ جس نے آنے والی نسلوں کو حریت کی تعلیم سے مالا مال کیا۔

ایشیاء کا عظیم بطل جلیل۔ امیر شریعت

حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

کون ہے جو عہد حاضر کے اس مجاہد سے واقف نہیں۔ جس نے انگریزی حکومت کے خلاف ۱۱۔ سال جیل کاٹی ۔۔۔۔ تین مرتبہ جسے زہر دیا گیا ۔۔۔۔ اور تین ہی دفعہ اسے پھانسی کا حکم ہوا۔ فقرو درویشی کا یہی پیکر برصغیر میں اردو کا سب سے بڑا خطیب بھی تھا ۔۔۔

انگریزی سلطنت کے تار پود بکھیرنا اس کا مشغلہ تھا۔ قادیانی جعلسازوں کی سرکوبی اس کے مشن کی بنیاد تھی ۔۔۔ اگر وہ چاہتا تو سونے کے محلات تعمیر کر لیتا مگر اس کا جنازہ بھی کرائے کے ایک خستہ مکان سے اٹھتا ہے ۔۔۔۔ یہی برگزیدہ ہستی سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ذات تھی ۔۔۔

جب انہوں نے وادی سیاست میں قدم رکھا تو انگریزی استبداد کا ستارہ ثریا تک پہنچا ہوا تھا۔ ہندوستان نوانب کی ظلمتوں سے تیرو تار تھا ۔۔۔۔ قدم قدم پر سختی تھی۔ گھڑی گھڑی میں دارو رسن کا کھٹکا تھا۔ لمحہ بہ لمحہ زندان کی آواز تھی۔ آواز آواز پہ جلاوطنی کے جھٹکے تھے۔ ایسے تند و تیز حالات میں ملک و قوم کے لئے لڑنا کوئی خالہ جی کا باڑا نہ تھا۔ بڑے بڑے دین کے نام نہاد وارث حجروں کی عافیت کوشی میں محو استراحت تھے۔ آپ میدان میں نکلے۔ اور پورے ہندوستان میں انگریز دشمنی کا بیج بویا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ان مجاہدین میں سے تھے۔ جنہوں نے اپنے خون جگر سے آزای کی تحریک لکھی۔ کھدر کا لباس تن بدن پہ تھا۔ جو کی روٹی غذا تھی۔ شب بیداری اس کا شغف تھا۔ فقرو فاقہ' جوان ہمتی' سفرو حضر کی تکلیفیں اس کے لئے معمولی باتیں تھیں۔ پانچ پانچ سال کی یکمشت سزا' ان کے عزم و ثبات کو چیلنج نہ کر سکتی تھی۔

CamScanner

سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجلس احرار اسلام کے بانی تھے۔ ایک وقت تھا کہ پنجاب بھر میں ان کے رضاکاروں کی ایسی فورس تھی کہ انگریزی حکومت ہردم ان سے خائف رہتی۔ ان کی خداداد خطابت سے غیر مسلم بھی مسحور ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ وہ یکتائے زمانہ مقرر اور خطابت کے مالک تھے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایک باغ و بہار شخصیت رکھتے تھے۔ رفقاء کے غم میں نڈھال ہو جاتے' ان کا ہر کام جماعتی نصب العین کے مطابق تھا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے برصغیر کے کونے کونے میں پہنچ کر اسلام کی حقانیت و صداقت پر تقریریں کیں۔ سینکڑوں علاقوں میں جہاں اسلام کے نام سے کوئی واقف نہ تھا۔ آپ نے ہزاروں انسانوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ آپ کی تقریر کو غیر مسلم بھی بڑے شوق سے سنتے۔ وہ عشاء کے بعد تقریر شروع کرتے فجر کی اذان ہو جاتی مگر کوئی آدمی اجتماع سے اٹھتا نہ تھا۔ مولانا محمد علی جوہر فرماتے ہیں۔

"اگر میرے بس میں ہو تو میں شاہ صاحب کو تقریر نہ کرنے دوں
اس لئے آپ تقریر نہیں کرتے جادو کرتے ہیں۔"

انہوں نے اپنی تقریروں سے وہ کام کیا جو بڑی جماعتیں مل کر نہ کر سکیں۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو جب معلوم ہوا کہ ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڑھ کے علاقوں میں مسلمان اپنی لڑکیوں سے نکاح کرتے ہیں اور انہیں دین کے ابجد سے بھی واقفیت نہیں تو آپ نے مجلس احرار سے رخصت لے کر اس خطے میں کئی ماہ تک دورہ کیا۔ بستی بستی اور قریہ قریہ میں پہنچ کر قرآن سنایا ایک ایک شہر میں کئی کئی روز محنت کر کے بے دین لوگوں کے دلوں میں اسلام کی مشعل روشن کی' نتیجتاً ایک بڑی آبادی اسلام پر عمل پیرا ہو گئی۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری تقسیم ملک کے مخالفوں میں سے تھے۔ ان کا مشن تھا کہ ہمیں ایسی تقسیم قابل قبول نہیں۔ جو انگریز کے ہاتھوں سے ہوئی ہو ایک مرتبہ آپ نے دہلی کی جامع مسجد میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔ ایک وقت آئے گا مسلمانوں کے مشرقی مغربی علاقوں میں جب کوئی مصیبت پڑی تو دوسرا اس کی امداد کو پہنچ نہ سکے گا۔ کیونکہ درمیان میں ایک ہزار میل تک ہمارا دشمن ہندو ہو گا۔ آپ نے دیکھا کہ قلندر کی زبان سے نکلی ہوئی بات پوری ہو کر رہی اور آج ہم مشرقی خطے سے تہی دامن ہیں۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کبھی اصولوں پر سودا نہیں کیا۔ بڑے بڑے نواب ان کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر وہ کسی کو خاطر میں نہ لائے آپ کی زندگی کا اکثر حصہ جیل اور ریل میں گزرا۔ آپ خود فرماتے تھے۔

> "میں صبح کہیں شام کہیں، دن کہیں رات کہیں میں نے تقریریں کیں۔ لوگوں نے کہا۔ واہ شاہ جی واہ میں جیل میں چلا گیا۔ تو لوگوں نے کہا آہ شاہ جی آہ اس آہ اور واہ میں ہم ہو گئے تباہ۔"

فخر پختون

خان عبدالغفار خاں

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

میں ایسی وادی کا مسافر ہوں

جس کا راستہ

مصائب کے خاروں سے اٹا پڑا ہے

نوٹ:۔ مصنف کا خان عبدالغفار خان کے
پاکستان کے خلاف موجودہ نظریات سے
متفق ہونا ضروری نہیں۔

خان عبدالغفار خان

ایشیاء کا عظیم بطل جلیل۔۔۔۔۔جس نے ۱۹۔سال آزادی ہند کے نام پر زندانوں کے شب و روز گزارے۔۔۔۱۸۹۰ء کو قصبہ اتمان زئی (چارسدہ پشاور) میں پیدا ہوا۔۔۔۔وہ فرماتے ہیں۔

"مجھے ابوالکلام کا الہلال سیاست کی خاردار وادی میں کھینچ لایا اور میں آج بھی اپنے عزم و ثبات پر قائم ہوں۔"

خان عبدالغفار خان نے ۱۹۱۱ء میں حاجی ترنگ زئی کے ساتھ مل کر انگریز کے خلاف کام شروع کیا۔ ان کی زندگی سینکڑوں انقلابات کا مجموعہ ہے۔ ان کی آنکھوں نے ظلم افرنگ کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔۔۔ آپ کی سب سے پہلی گرفتاری ۱۹۱۹ء میں تحریک ہجرت کے آغاز میں ہوئی۔ ۱۹۲۰ء میں انہوں نے اتمان زئی میں آزاد قومی مدرسہ قائم کیا۔ جس کا مقصد مسلمانوں میں جذبہ آزادی کی چنگاری بھڑکانا تھی۔ خان عبدالغفار خان برصغیر کے وہ پہلے لیڈر ہیں۔ جنہوں نے حیرت انگیز قربانیوں سے انگریز کو نکالا اور ساری زندگی قید و بند کے سنگلاخ بیابانوں میں گزار دی۔ مگر آج تک انہی کی مسلمان قوم ان کے سرغداری کا بدنام ڈورا باندھ رہی ہے۔ کئی دفعہ راقم نے اس موضوع پر سوچا مگر قومی شعور کی بے حسی کے سوا وجدان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ سرزمین ہند پر سب سے پہلے جس لیڈر نے انگریزی تعلیم و تہذیب کے خلاف آواز اٹھائی وہ غفار خان کی

ذات تھی۔

موصوف صوم وصلوٰۃ کے پابند شب بیدار اسلام کے شیدائی اور سچے محب وطن لیڈر ہیں۔ آپ نے ابتداء ابتداء میں انجمن اصلاح الافاغنہ (کسانوں کی جماعت) کے نام سے ایک جماعت بنائی ان کی جماعت کے کارکن ہردور میں دھن کے پکے اور عزم کے جوان رہے۔

۲۳-اپریل ۱۹۲۳ء میں جب پشاور میں قصہ خوانی چوک میں برٹش گورنمنٹ نے فائرنگ کی تو اس کا منہ توڑنے والے اسی جماعت کے جوان تھے۔ مگر اسلحہ سے لیس انگریزی فوج نے اتنے مظالم ڈھائے سینکڑوں نہتے مسلمان شہادت کی آغوش میں سلا دیئے گئے۔ آہ؟ یہ نظارہ بڑا عجیب تھا۔ جس میں عورتوں کو بے پردہ بازاروں میں گھسیٹا گیا۔

غفار خاں کی جماعت کے رضاکاروں کی آنکھیں نکالی گئیں' منہ پر تھوکنے کی سزائیں دی گئیں۔ منہ کالے کر کے چوکوں میں پھیرائے گئے۔ ننگا کر کے جلوس نکالے گئے۔ فصلیں جلا دی گئیں۔ گندگی کے ڈھیران کے شریف جسموں پر گرائے گئے۔ جرم صرف یہ تھا کہ یہ لوگ انگریز کے باغی ہیں اور ظلم کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں۔ اندازہ کریں کوئی آدمی ایسا نہ تھا جس نے گردن جھکائی ہو۔ خوف و اندیشہ اس کے قریب پھٹکا ہو۔ خان عبدالغفار خان کی جماعت کے مجاہدوں نے بلاشبہ تاریخ کے صفحات پر لازوال جرات کے نقوش چھوڑے۔ ۱۹۲۹ء میں خان موصوف نے افغان یوتھ لیگ قائم کی۔ ایک سال کے بعد خدائی خدمت گار تحریک کی بنیاد رکھی۔ اسی سال خان عبدالغفار خان گرفتار کر لئے گئے۔ اس موقع پر انہوں نے ۷ سال جیل کاٹی' گجرات جیل سے رہائی کے بعد جب موصوف پشاور میں پہنچے تو عہد ساز جلوس نکالا گیا۔ جس میں خان صاحب نے اعلان کیا۔۔۔۔ میں آج سے انگریزی حکومت کا باغی ہوں۔

پس پھر کیا تھا اس نعرہ نے پٹھانوں میں آگ لگا دی شاہوں کے گریبان چاک کرنے والا یہ

سیاستدان بے دھڑک موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بغاوت کا اعلان کر رہا تھا۔ اس کا دل ایمان و ایقان کی دولت سے سرشار تھا۔ وہ صرف انگریز کو ملک سے باہر نکالنا چاہتا تھا۔

"انہوں نے شیخ الہند کی تحریک ریشمی رومال میں رضاکارانہ طور پر تحریک کے بیشتر مراکز قائم کئے۔ تحریک خدائی خدمت گار کے لائحہ عمل میں لکھا ہے۔

"صداقت' ایمان داری' خدمت قوم آزادی کی تحریک' ہر قسم کا نقصان اٹھا کر عزم پر ثابت قدم رہنا' دوسری کسی جماعت کا ممبر نہ بننا' عدم تشدد کے اصول پر چلنا نیک اور اچھے عمل کرنا لالچ اور حرص کے قریب نہ جانا تمام کوششیں خدا کی رضا کے لئے کرنا

خان عبدالغفار خان کے متعلق ترکیوں کی ادیبہ خالدہ خانم رقم طراز ہے۔

"خان عبدالغفار میں بڑے لیڈر لیڈر کی تمام علامات پائی جاتی ہیں' پٹھان قوم کا یہ عظیم قائد سچا اور حقیقی مسلمان ہے" ۱۹۴۵ء میں تقریر کرتے ہوئے ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا۔

"قوموں کی آزادی تکلیف کے بغیر ممکن نہیں ہم انگریز کے غلام نہیں' میرے وہی جذبات ہیں جو جیل میں جانے سے پہلے تھے میں باغی ہوں۔" خان عبدالغفار خان کے ذکر کے بغیر ہندوستان کی تاریخ ادھوری رہ جاتی ہے۔ آپ کا شمار مجاہدین آزادی کی صف اول میں ہوتا ہے۔

CamScanner

مسلمانوں اور اہل تشیع کے درمیان

سینکڑوں سال سے جاری مذہبی کشمکش کا خاتمہ

مذہبی تصورات کا حقیقی آئینہ

انتہائی جامع مرقع جو متلاشیان حق کے لئے مشعل راہ ہے

حضرت امام مہدی

ہدیہ :120 روپیہ - صفحات :280

ناشر: اشاعت العارف

ریلوے روڈ فیصل آباد پاکستان فون نمبر 640024

اھل بیت رضہ کا مختصر تعارف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی اھل بیت رضہ یعنی ازواج مطہرات رضہ صاحبزادگان
نواسے نواسیوں اور قریبی عزیزوں کا مختصر تعارف

مصنف ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی شہید

ہدیہ 12\- روپیہ - صفحات 32

ناشر: اشاعت المعارف

ریلوے روڈ فیصل آباد پاکستان فون نمبر 640024

ناموس صحابہ کا تحفظ • آنحضرت ﷺ کے مقدس ارشادات وفرامین

مناقب صحابہ کرامؓ

پر

چالیس احادیث

سکولوں اور مدارس عربیہ کے طلبہ اور تمام مسلمان بچوں کو
تحفظ ناموس صحابہ کے مکمل مشن کو متعارف کرانے کے لئے
آنحضرت کی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس احادیث

مصنف
ابوریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید

ہدیہ 10/- روپیہ - صفحات 20

ناشر: اشاعت المعارف
ریلوے روڈ فیصل آباد پاکستان فون نمبر 640024

بے نظیر کے مذہبی و سیاسی انتقام کی کہانی

زندانوں کی اوٹ سے پاکستان بھر کی جیلوں میں گذرے لمحات

نیا لہجہ نئی زبان منفرد ادبی انداز

علامہ فاروقی شہید کی زندگی کی کہانی خود ان کی زبانی

پھر دھی قید قفس

فاروقی شہید کی زندگی کی آخری کتاب

ہدیہ :120 روپیہ ۔ صفحات:280

ناشر: اشاعت العارف

ریلوے روڈ فیصل آباد پاکستان فون نمبر 640024

شہید ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کی شہرہ آفاق تصانیف

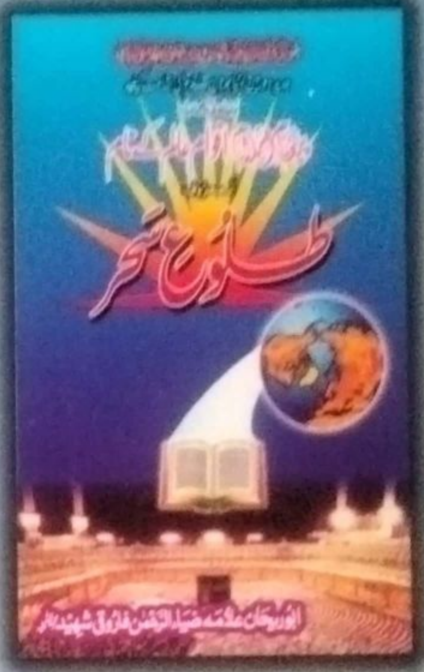

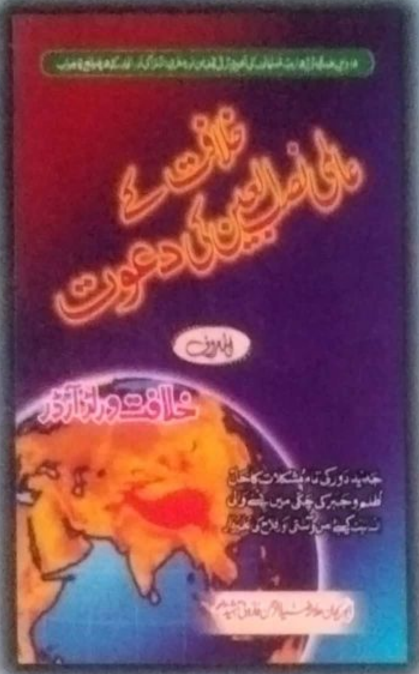

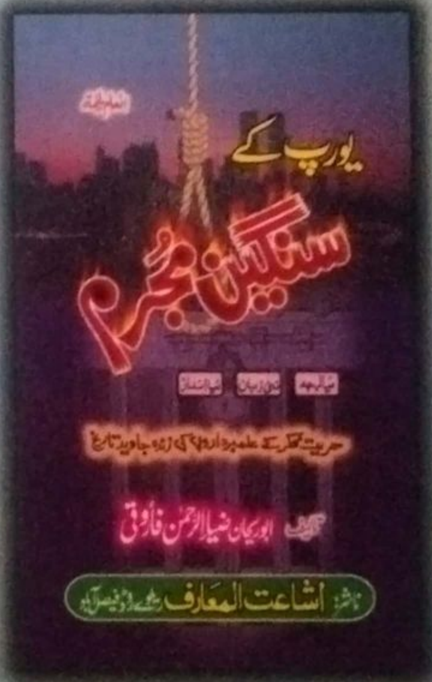

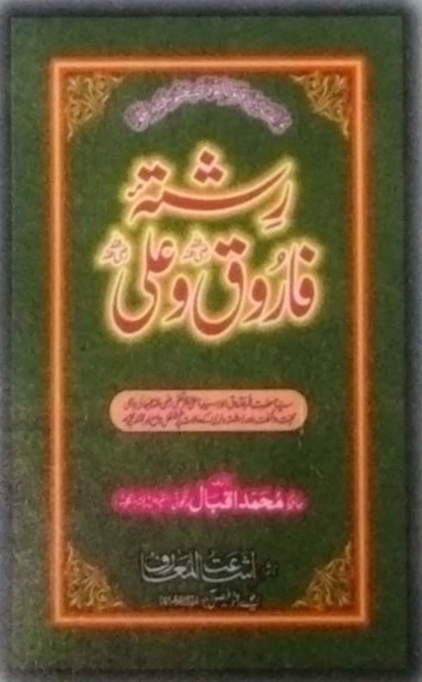

ناشر: اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد: 041-640024

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری

الحیدری میڈیا سیل

CS CamScanner